December 2010 محرم الحرام 1432ھ

MONTHLY Al-Murshid

قد افلح من تزكى وذكر اسم ربه فصلى

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ سبق المفردون قالوا وما المفردون
یارسول اللہ قال الذاکرون اللہ کثیرا والذاکرات (مسلم)

Narrated By Hazarat Abu Huraira
The Prophet S.A.W.S Said "the Mufrids Have Excelled.
"The Companions Asked:" Who Are The Mufrids?".
The Propht S.A.W.S Said: "Men And Woman Who
Excessively Remember Allah ."(muslim)

Shariah is the name of Allah's commands and do's and don'ts. Tassawaf and Tareeqat means Practising them with sincerity.

Hazrat Sheikh ul Mukaram
Ameer Muhammad Akram Awan MZA

MONTHLY AL-MURSHID PS/CPL # 15
17-AWASIA SOCIETY-COLLEGE ROAD, TOWN SHIP LAHORE

محرم الحرام 1432ھ دسمبر 2010ء

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی وَذَکَرَ اسْمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

ماہنامہ المرشد

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ قَالُوْا وَمَا الْمُفَرِّدُوْنَ
یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ الذَّاکِرُوْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّالذّٰکِرَاتِ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ حضور اکرمﷺ سے روایت کرتے ہیں مفرد بازی لے گئے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ مفرد کون ہیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور عورتیں۔ (الحدیث)

اللہ رسول محمد

شریعت، احکام اور اوامر ونواہی کا نام ہے۔ اور تصوف وطریقت ان پر خلوص سے عمل کرنے کا نام ہے۔

حضرت شیخ المکرم **امیر محمد اکرم اعوان** مدظلہ العالی

ترقیٔ معکوس

ٹرانسپیرنسی انٹرنیشنل کے مطابق پاکستان نے کرپشن کے میدان میں تیزی سے ترقی کرتے ہوئے مزید آٹھ ملکوں کو پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ کرپشن کے اس شعبہ میں ترقی یافتہ طبقہ مزید ترقی کے لئے ہر دم سرگرداں ہے۔ ان کے فارن اکاؤنٹس نہ صرف آن لائن ہیں بلکہ تیزی سے لائنیں تبدیل کرتے ہوئے سپریم کورٹ اور احتساب بیورو کی گرفت سے نکلتے جا رہے ہیں اور شاید کچھ عرصہ بعد اکاؤنٹ ہولڈرز کی گرفت سے بھی نکل جائیں کہ یہی تاریخ کا وطیرہ ہے۔ وطن عزیز کی لوٹی ہوئی دولت سے وطن کے باہر محلات' پلازے اور زرعی فارمز خریدنے والوں کو ان میں رہنے کی مہلت کم ہی نصیب ہوتی ہے لیکن اس نوشتہ دیوار کو پڑھنے کے باوجود کرپشن کی ریلے ریس میں بھاگتے ہوئے کھلاڑیوں کی رفتار بڑھتی ہی جا رہی ہے' اس بات سے بے خبر کہ ان کی سانسیں کب اکھڑنے لگیں اور وہ ہانپتے ہوئے بے دم ہو کر گر جائیں۔

ملکی اداروں کو رواں دواں رکھنے کے لئے شب و روز کی جاں گسل محنت کے ذریعہ عوام جو سرمایہ فراہم کر رہے ہیں' وہ اس حد تک کشید کیا جا چکا ہے کہ آج پی آئی اے' پاکستان سٹیل مل اور او جی ڈی سی سمیت قریباً تمام قومی ادارے جان بلب اور کسی بھی وقت دم توڑنے کو ہیں۔ ناجائز ذرائع سے جمع کی جانے والی دولت کے اصل مالک پاکستان کے اٹھارہ کروڑ عوام ہیں اور وہ گھڑی کس قدر کٹھن ہو گی جب ایک ایک شخص کے گریبان پر اٹھارہ کروڑ عوام کا ہاتھ ہو گا۔

کیا ارتکاز دولت کی اس روش سے باز آنے کے لئے قرآن حکیم کی یہ وعید کافی نہیں: يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِىْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ؕ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ۝ (جس روز وہ تپایا جائے گا جہنم کی آگ میں اور پھر اس سے داغیں گے ان کی پیشانیاں اور کروٹیں اور پیٹھیں' یہ ہے اس کا نتیجہ جو تم جمع کرتے تھے۔) یاد رکھیں! آقائے نامدار علیہ السلام کے ارشاد نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ اَلنَّارُ اَوْلٰى بِهٖ کے مطابق کسی کے وجود پر جو گوشت رزق حرام سے بنے گا اس کے لئے آگ ہی سزاوار ہے۔ حضرت جیؒ اکثر فرمایا کرتے تھے؛ جب کسی قبرستان سے گزر ہوتا ہے تو سوائے چند فاتر العقل لوگوں یا بچوں کے' اکثریت کو معذب دیکھتا ہوں جو مالی معاملات میں ماخوذ نظر آتے ہیں۔

موت یقینی ہے لیکن مرنے کے بعد کیا ہو گا! یہ خوف دلوں سے اٹھ چکا ہے۔ یہی وہ خوف ہے جو کرپشن سے ہاتھ روک سکتا ہے' خواہ وہ ہاتھ سربراہ مملکت کا ہو یا آخری درجہ کے ایک کلرک کا' کسی وزیر کا ہو یا ایک عام پارٹی ورکر کا۔ اللہ تعالیٰ اس خوف کو عام کر دے کہ خوف خدا ہی اس کرپشن زدہ معاشرے کی اصلاح کا واحد راستہ ہے۔ اس بات کا انتظار نہ کیا جائے کہ تبدیلی کا آغاز اوپر سے ہو گا بلکہ ہر اس سطح پر کرپشن کو مٹانے کی کوشش کی جائے جو کسی کے بس میں ہے۔

ابوالاحمدین

کلامِ شیخ

سیماب اویسی

امیر محمد اکرم اعوان، سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

گردِ سفر	نشانِ منزل
کون سی ایسی بات ہوئی ہے	سوچ سمندر
متاعِ فقیر	آس جزیرہ
دیدہ تر	

اس بارے میں ڈاکٹر اجمل نیازی لکھتے ہیں:

"اپنی آسودگی کے لئے وہ ذکر کرتے ہیں فکر کرتے ہیں اور شعر بھی کہتے ہیں یہ ان کے فرصت کے لمحوں کی فراست ہے۔ فراغتوں کو فروغ دینے کیلئے یہ مشغلہ انہوں نے اختیار کیا ہے شاید وہ ریلیکس ہونا چاہتے ہیں تو شعر کہتے ہیں لوگ اس کام کے لئے تفریح کے کیا کیا سامان ڈھونڈتے ہیں مگر ملک صاحب کی تفریح بھی ترفع سے خالی نہیں ان کی شاعری ان کے اعلیٰ وارفع معمولات کا ایک ہلکا پھلکا روپ ہے ان کی شاعری کے علاوہ بھی کچھ ہے اس شاعری سے کچھ لینے کے لئے حضرت اکرم صاحب کے پاس کچھ دیر بیٹھنا بہت ضروری ہے پھر پڑھنے والوں کو ایک اور ہی لطف آئے گا۔"

غزل

چاند کا ملنا اگر موقوف ہوگا رات پر
اپنے دن راتوں پہ ہم قربان کرتے جائیں گے

عمر ساری کاٹ دی راہوں پہ مانند گدا
وہ کبھی گزریں گے تو احسان کرتے جائیں گے

دل کی بستی کو بسایا ہے عجب امید پر
اک نظر ڈالیں گے وہ ویران کرتے جائیں گے

ہم نے دردِ عشق پایا زندگی کو ہار کر
اس کو ہم بزمِ جہاں میں دان کرتے جائیں گے

شمع جل اٹھے تو پروانوں کو آ کر دیکھنا
موت کا اپنی وہ خود سامان کرتے جائیں گے

خون بہہ کر بھی لکھے گا نام تیرا خاک پر
اپنے ہی قاتل کو ہم حیران کرتے جائیں گے

اک نظر سیماب جی ہو جائے اپنے حال پر
عمر بھر ہم اس عطاء پر مان کرتے جائیں گے

اقوالِ شیخ

☆ مسنون درودوں میں جو درود سلسلے کے حضرات نے پڑھنے کا فرمایا ہے تو اس میں دو برکات شامل ہو جاتی ہیں ارشاد نبوی ﷺ بھی اور مشائخ کا کہنا۔

☆ شیخ کی توجہ سب پر یکساں ہوتی ہے فرق لینے والے کے ظرف میں ہوتا ہے اسکا گریبان ہی چاک ہو دامن ہی نہ رکھتا ہو جھولی کیونکہ بھرے۔

☆ نا اہلوں کے ساتھ بیٹھنے سے سو رہنا بہتر ہے۔

☆ تین باتوں کا ہمیشہ خیال رکھو

اول۔ ہر حال میں متوجہ الی اللہ رہو۔

دوئم۔ حلال اور طیب غذا کا اہتمام کرو۔

سوئم۔ نا اہلوں کی صحبت سے پرہیز کرو۔

☆ اگر قلب کی آنکھ کھل جائے دل کی آنکھ کھل جائے، دل کو نظر مل جائے تو آدمی اپنی حیثیت کے مطابق تجلیات باری کو دیکھ سکتا ہے۔

☆ ولایت خاصہ کو پانے کیلئے بنیادی بات یہ ہے کہ ہر وہ شخص سر بلند و سرفراز ہو گا جو سرنگوں ہو کر زندہ رہتا ہے۔

☆ اللہ نے عقل و شعور بخشا ہے لیکن یہ فکر و شعور حدود الٰہی کے اندر رکھنے کیلئے ہے۔ یہ فکر و شعور انسان کو اس لئے نہیں دیا گیا کہ اللہ کے مقابل خود خدا بن بیٹھے

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں "اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ وہ شخص پسند ہے جو کثرت سے اللہ کا ذکر کرے۔ اور اس کا قلب تقویٰ کے وصف سے پر ہو۔

طریقہ ذکر

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ

مکمل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ ہر سانس کی آمد و رفت پر اس طرح گرفت ہو کہ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کی چوٹ قلب پر لگے۔ دوسرے لطیفے کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کی چوٹ دوسرے لطیفے پر لگے۔ اسی طرح تیسرے چوتھے اور پانچویں لطیفہ کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کی چوٹ اس لطیفہ پر لگے جو کیا جا رہا ہو۔

چھٹے لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کا شعلہ پیشانی سے نکلے۔

ساتویں لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کا شعلہ پورے بدن کے ایک ایک مسام اور خلیہ سے باہر نکلے۔

ساتویں لطیفہ کے بعد پھر پہلا لطیفہ کہا جاتا ہے جس کا طریقہ سب سے پہلے بیان ہوا ہے۔ ذکر کے دوران سانس تیزی اور قوت سے لیا جائے اور ساتھ ہی جسم کی حرکت جو سانس کے تیز عمل کے ساتھ خود بخود شروع ہو جاتی ہے۔ پورا خیال رہے کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔ توجہ قلب پر مرکوز اور ذکر کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

رابطہ: ساتوں لطائف کے بعد رابطہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے۔ ساتویں لطیفہ کے بعد پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے اور پھر رابطہ کے لئے سانس کی رفتار کو طبعی انداز پر لا کر ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" قلب کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کی چوٹ عرش عظیم سے جا ٹکرائے۔

محرم الحرام کی آمد پر شیخ المکرم مدظلہ کا پیغام

ربع صدی قبل حضرت شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ نے محرم الحرام کی آمد پر اس وقت کے حالات کے مطابق ایک پیغام دیا تھا جو آج کے حالات پر نہ صرف من وعن صادق آتا ہے بلکہ زیادہ اہمیت کا حامل ہو چکا ہے کیونکہ اب پہلے کے مقابلے میں حالات زیادہ دگرگوں ہیں۔

محرم الحرام کا اعلان پھر سے ہوا عمر عزیز کا ایک سال اور گزر گیا خیر القرون سے دوری میں ایک سال کا مزید اضافہ ہوا اور شاید حسب روایت ہمارا یہ مبارک مہینہ بھی ذاتی مفادات کو دینی رنگ میں حاصل کرنے کی نذر ہو گا یہ کم از کم وطن عزیز کا بہت بڑا المیہ ہے کروڑوں روپے بے شمار زور قلم اور بے حساب زور بیان صرف ہوتا ہے مگر ملک اور قوم کو اس سب کے نتیجے میں شاید بدامنی فساد اور خون خرابے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا کیا سب کچھ ایسا ہی رہے گا اور ہم ہمیشہ یہی حالات وواقعات دیکھتے اور برداشت کرتے چلے جائیں گے کیا جس مقدس اور اللہ کے پسندیدہ مذہب کے سال کا یہ افتتاحی مہینہ ہے اس مذہب میں یہ سب کچھ کرنے کی اجازت ہے؟ کیا جس عظیم ہستی یعنی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مبارک نام پر یہ سب ہوتا ہے ان کے نزدیک یہ پسندیدہ شغل ہے اگر نہیں تو ہم کب سوچیں گے۔

خانوادہ نبوت کی مظلومانہ شہادت اپنے اندر بے شمار پہلو رکھتی ہے اور اس کا ہر پہلو قوم کے لیے درس حیات ہے منجملہ ایک پہلو یہ بھی ہے اور غالباً اس پہلو پر بھی کسی مکتب فکر کو اعتراض نہ ہو گا کہ نواسہ رسول ﷺ نے قومی مفادات پر نہ صرف ذاتی مفادات کو نہ صرف اپنی جان کو بلکہ اپنے خاندن کو نچھاور کر دیا ایک ایسا خاندان جس کی مثال روئے زمین پر کوئی دوسرا خاندان نہ تھا کس قدر قیمتی جانیں تھیں وہ اس کے لیے اتنا کافی ہے وہ یہ مقدس ومطہر ومبارک وجود تھے جن کی رگوں میں آقائے نامدار ﷺ کا مبارک خون رواں تھا یہ زمین پر اللہ کی نشانیوں میں سے عظیم نشانیاں تھیں مگر قومی مفادات کے تحفظ کا سوال اتنا ہی اہم ہوتا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سب کچھ اس پر نچھاور کرتے چلے گئے کاش ہم بھی ذاتی مفادات کے چھوٹے چھوٹے چکروں سے خود کو آزاد کرا سکتے اے کاش ہماری نگاہ میں بھی قوم کی اہمیت اپنی اصلی حیثیت میں جلوہ گر ہوتی وہ قوم جو اسلام کی امین ہے اسے چند ٹکڑوں کے حصول کی خاطر آپس میں نہ لڑاتے تقسیم در تقسیم کرتے نہ چلے جاتے اے کاش ہمارے ان بھائیوں، بزرگوں اور رہنماؤں کو کبھی خیال آتا اللہ کریم نے روئے زمین کا بہترین خطہ ایک آزاد ملک کی صورت میں ہمیں بخشا ہے ہم اس کی تعمیر پر اپنی توانائیاں خرچ کرتے کاش ہم دین سیکھنے جاننے پر توجہ دیتے اس پر عمل کے لیے اللہ کریم سے توفیق طلب کرتے کہ وہی کارساز بھی ہے اور کریم بھی ہے اللہ اس نئے سال کو تمام مسلمانان عالم کے لیے اور خصوصاً اہل وطن کے لیے مبارک کرے نیکی اور بھلائی کی توفیق ارزاں فرمائے اور برائی کے راستے سے محفوظ رکھے آمین۔

فقیر محمد اکرم

بیان اجتماع ماہانہ 10 اکتوبر 2010ء

ذاتِ باری تجلیاتِ باری کا مشاہدہ

شیخ المکرم حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ

الحمدلله رب العلمين والصلوة والسلام على حبيبه محمد وآله واصحابه اجمعين اعوذبالله من الشيطن الرجيم

بسم الله الرحمن الرحيم

حضور اکرم ﷺ کا ایک ارشاد عالی، حدیث احسان کے نام سے موجود ہے۔ جس میں جبرائیل امین انسانی شکل میں خدمت عالی میں حاضر ہو کر کچھ سوال عرض کرتے ہیں اور جواب پاتے ہیں حضور ﷺ بعد میں ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ جبرائیل تھے "یعلمکم دینکم" جو تمہیں تمہارا دین سکھا رہے تھے اس میں ایک سوال ہے اخبرنی عن الاسلام یارسول الله ﷺ دوسرا ہے فاخبرنی عن الایمان یارسول الله ﷺ اسلام کیا ہے؟ ایمان کیا ہے؟ تیسرا ہے فاخبرنی عن الاحسان یارسول ﷺ احسان کیا ہے؟ جس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ، اوکما قال رسول الله ﷺ آپ کے ارشاد پاک کا اردو میں ترجمہ اس طرح سے لکھا جاتا ہے "احسان یہ کہ اللہ کی عبادت ایسے کر گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اس لفظ "گویا" نے جملے کو سمجھنے میں تھوڑی سی مشکل پیدا کی ہے اور گویا کا مفہوم سمجھ نہیں آتا اگر یہ ترجمہ کیا جائے کہ اللہ کی عبادت کر "یوں کہ جیسے تو اسے دیکھ رہا ہے" تو کچھ بات تھوڑی سی عام فہم ہو جاتی ہے مفہوم یہی ہے مطلب یہی ہے پھر ارشاد فرمایا اور اگر تو ایسا نہیں کر سکتا تو پھر یہ یقین رکھ کر وہ تجھے دیکھ رہا ہے ہر عبادت میں فرض ہے یا واجب ہے سنت ہے یا نفل ہے جب بھی اللہ کے حضور حاضر ہوتا ہے تو اسے یہ یقین ہونا چاہیے سب سے اعلیٰ بات تو یہ ہے جیسے وہ خود اللہ کو دیکھ کر اللہ کی عبادت کر رہا ہے اب یہ دیکھنا بڑی عجیب بات ہے کہ اس عالم میں اس وجود کی آنکھ سے اللہ کو دیکھنا ممکن نہیں ہے۔ دنیا میں یہ مادی آنکھ ایسا نہیں کر سکتی اس میں استعداد ہی نہیں ہے اللہ کے اولوالعزم رسول حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام نے عرض کی تھی "رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْکَ" اے اللہ مجھے اپنا جمال دکھا میرے سامنے آ میں آپ کو دیکھنا چاہتا ہوں انظر کا لفظ اس مادی آنکھ پر اس نظر پر عائد ہوتا ہے ارشاد ہوا۔ "لَنْ تَرَانِیْ" فرمایا اس آنکھ سے تو مجھے نہیں دیکھ سکتا حالانکہ تجلیات باری تو موسیٰ علیہ السلام نے درخت پر بھی دیکھیں اور آواز آئی "اَنَا اللّٰہ" "میں اللہ ہوں لیکن یہ سب دیکھنا دل کی آنکھ سے تھا جب موسیٰ علیہ السلام کو شوق دیدار ہوا تو عرض کی قال رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْکَ اے میرے پروردگار مجھے اپنا دیدار کروا دیجئے تو ارشاد ہوا کہ لن ترانی تو مجھے نہیں دیکھ سکتا اور ارشاد ہوا کہ "پہاڑ پر نگاہ کرو" "وَلٰکِنِ انْظُرْ اِلَی الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَکَانَهٗ فَسَوْفَ تَرَانِیْ" وہ سامنے والے پہاڑ کو دیکھو اگر وہ اپنی جگہ قائم

رہا اس کا مطلب ہے تم بھی دیکھ سکتے ہو فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا پہاڑ پر ذرا سی تجلیات باری پڑیں اور وہ ریزہ ریزہ ہو گیا اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو گئے فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ (143) ہوش آئی تو انھوں نے توبہ کی اور ارشاد ہوا قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِىْ وَبِكَلَامِىْ فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ (الاعراف 144) اے موسیٰ ہم نے رسالت سے اور اپنی ہم کلامی سے آپ کو دوسروں پر امتیاز بخشا ہے تو جو کچھ عطا ہوا ہے اسے تم سنبھال کر رکھو اچھی طرح رکھو اور اللہ کا شکر ادا کرتے رہو اللہ کے شکر گزار بندوں میں سے رہو تو جب اولو العزم رسول ظاہری آنکھ سے اس دنیا میں نہیں دیکھ سکتا تو حضور ﷺ کا یہ فرمانا کہ اللہ کی عبادت ایسے کر جیسے کہ تو اسے دیکھ رہا ہے اس میں کیسے تطابق پیدا ہو؟ حضور اکرم ﷺ کا فرمانا حرف بہ حرف حق ہے اور یہ واقعہ ہے کہ ظاہری آنکھ سے بندہ نہیں دیکھ سکتا موسیٰ علیہ السلام جب شعیب علیہ السلام سے ہو کر واپس چلے تو راستے میں انہیں نبوت عطا ہوئی اعلان نبوت کا حکم ہوا اور فرعون کے پاس جانے کا حکم ہوا آپ نے وادی سینا میں جب وہ روشنی دیکھی تو سمجھا کسی نے آگ جلائی ہوئی ہے اہل وعیال اور غلام وغیرہ ہمراہ تھے سردیاں تھیں اور رات ہو گئی تھی روشنی دیکھ کر بیوی بچوں سے کہا تم یہاں رکو میں وہاں جاتا ہوں وہاں روشنی ہے کسی نے آگ جلائی ہو گی کوئی بندہ مل جائے گا جس سے راستے کا پتہ بھی پوچھ لیں گے اور کچھ آگ لے آتا ہوں سردی ہے تم تاپ سکو پھر جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ایک درخت ہے اور وہاں روشنی ہی روشنی ہو رہی ہے ہر طرف نور ہی نور ہے حیران ہوئے تو آواز آئی انی انا اللہ فرمایا میں اللہ ہوں تو یہ سب کیا تھا یہ سب روشنیاں تھیں اگر یہ نور اور تجلیات ظاہری آنکھ سے دیکھی ہوتیں تو پھر موسیٰ علیہ السلام ظاہری آنکھ سے جمال الٰہی دیکھنے کا مطالبہ یا عرض داشت پیش نہ فرماتے کیونکہ اس دنیا میں ظاہری آنکھ ایک حیثیت رکھتی ہے اور بندہ چاہتا ہے کہ جو کچھ مجھے قلبی طور پر نظر آ رہا ہے اسے میں کھلی آنکھوں سے بھی دیکھوں ظاہری آنکھ سے بھی دیکھوں تو گویا اس کی دو صورتیں ہیں ایک صورت یہ ہے کہ اگر قلب کی آنکھ کھل جائے دل کی آنکھ کھل جائے دل کو نظر مل جائے تو آدمی اپنی حیثیت کے مطابق تجلیات باری کو دیکھ سکتا ہے موسیٰ علیہ السلام نے تجلیات دیکھیں تو وہ ان کی شان رسالت اور شان پیغمبری کے مطابق تھیں اگر کوئی صحابی دیکھے گا تو وہ اپنی شان صحابیت کے مطابق دیکھے گا اگر کوئی ولی دیکھے گا تو وہ اپنے مقام ولایت کے مطابق دیکھے گا جس عہدے جس مقام جس مراقبے میں اللہ نے اسے پہنچایا ہے اس کے مطابق دیکھے گا اگر کوئی مبتدی دیکھے گا جس کا صرف ایک لطیفہ قلب ہے تو وہ اپنی حیثیت کے مطابق قلب کی نظر سے کیفیات وانوارات کا مشاہدہ کر سکتا ہے اس میں دو چیزیں ہوتی ہیں ایک تو کشف کا ہو جانا مشاہدے کا ہو جانا کشف اور مشاہدہ ہوتا ہے کچھ نظر آ جائے کشف کا معنی ہوتا ہے پردے کو ہٹا دیا جائے مشاہدہ ہوتا ہے کوئی چیز دکھائی دینے لگے مفہوم دونوں کا ایک ہے دوسرا ہوتا ہے وجدان کہ نظر کچھ نہیں آتا اور کیفیات دل پہ وارد ہو رہی ہیں کہ جیسے وہ دیکھ رہا ہے تو ہر ذاکر کو ان دو میں سے ایک صورت نصیب ہو جاتی ہے اگر وہ متوجہ الی اللہ ہو اس میں ہماری اپنی سی کوشش وکاوش محنت اور نیت

کو دخل ہے کہ ہم یہ کس طرح کرتے ہیں اگر یہ نعمت نصیب ہو جائے تو صلوٰۃ واقعی صلوٰۃ بن جاتی ہے وضو کرتے وقت احساس ہوتا ہے کہ ایک ایک عضو صحیح دھل جائے لباس درست ہو قبلہ درست ہو باجماعت صلوٰۃ مل جائے تو کیا کہنے نہ ہو سکے تو بروقت ہو پھر اس میں قیام، رکوع، سجود، تسبیحات، عبادات ایک ایک لفظ بندہ دھیان سے پڑھتا ہے تو بارگاہ عالی میں پیش ہے اللہ کے حضور میں پیش ہے اس ارشاد عالی سے یہی مقصود ہے کہ اللہ کی عبادت یوں کر کہ جیسے تو اسے دیکھ رہا ہے یعنی اللہ کا جمال روبرو ہے اللہ کی ذات کا مشاہدہ اس عالم میں ان آنکھوں سے ممکن نہیں اور یہ بھی یاد رہے کہ جو کام انسان کے لیے ناممکن ہوتا ہے وہ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا جیسے بندے کے پر نہیں ہیں بندہ اپنے پروں سے نہیں اڑ سکتا لیکن اگر وہ یہ کہے کہ میرے پر نکل آئے ہیں اور میں اڑ رہا ہوں تو وہ یہ تصور بھی نہیں کر سکتا انسان پیدل چل سکتا ہے لہذا اگر وہ کسی کو کہہ دے کہ میں پیدل چل کر ہمالہ پر چڑھ سکتا ہوں تو وہ تصور کر سکتا ہے چاہے وہ ساری زندگی چڑھ نہ سکے لیکن تصور کر سکتا ہے جبکہ یہ چیز ممکن ہے جو چیز ممکن ہو تصور اس کا کیا جا سکتا ہے جو چیز ممکن نہ ہو اس کا تصور بھی ممکن نہیں ہوتا حضورﷺ کے ارشاد عالی سے یہ تو ظاہر ہو گیا کہ یہ انسان کے بس میں ہے ممکن ہے کہ اللہ کے حضور ایسے پیش ہو جیسے وہ اللہ کریم کو دیکھ رہا ہے اب ذات باری کا مشاہدہ ہو نہ ہو تجلیات باری کا مشاہدہ مبتدی سے لے کر منتہی تک کو ہو سکتا ہے اور وہ بھی دل کی آنکھ سے جب دل بیدار ہوتا ہے اور دل کو جب نظر ملتی ہے یہ بڑا عام سوال سمجھا جاتا ہے کہ شریعت کیا ہے طریقت کیا ہے تصوف ضروری ہے یا غیر ضروری ہے شریعت کیا نجات کے لیے کافی نہیں؟

یہ سارے فضول سوال ہیں شریعت نام ہے ان الفاظ کا جو حضور اکرم ﷺ نے تعلیم فرمائے اور تصوف نام ہے اس خلوص کا دل کی اس گہرائی کا جو حضورﷺ کی اطاعت میں شامل ہو ارشادت عالی پر عمل کرنے میں شامل حال ہو یہ دونوں لازم وملزوم ہیں دونوں الگ نہیں ہیں یہاں علیحدگی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا حضورﷺ نے حکم دیا اب اس پر ایک بندہ عمل کرتا ہے لیکن بے دلی سے سارے ارکان ادا کر دیتا ہے لیکن اس کا دل پراگندہ ہی ہے کہ مصیبت گلے پڑ گئی اسے کرنا تو ہے ہی اس طرح عمل کرنا اور بات ہے اور اس کا دل بھی اس کے ساتھ مصروف ہو جائے اور وہ پوری محبت، پورے خشوع وخضوع اور پوری طرح کیفیات میں ڈوب کر ان ارشادت عالی پر عمل کرے تو تصوف ہے شریعت احکام اور امر ونواہی کا نام ہے اور تصوف وطریقت نام ہے ان پر خلوص سے عمل کرنے کا کہ یہ دو چیزیں نہیں ہیں یہ ایک ہی چیز ہے اب یہی دو درجے حضورﷺ نے ارشاد فرمائے ہیں اگر کسی کو کیفیات قلبی نصیب ہوتی ہیں جیسے تمام صحابہ کو نصیب ہوئیں تمام تابعین تمام تبع تابعین کو نصیب ہوئیں تمام تبع تابعین کے بعد ان لوگوں کو نصیب ہوئیں جنہوں نے اس کے لیے کوشش کی اور جنہوں نے اس کے لئے تلاش نہیں کی اس کو پایا نہیں اس کے لیے کوشش نہیں کی وہ اس سے محروم رہے لیکن ان کو بھی حضورﷺ وسلم نے خالی نہیں چھوڑا جنہیں کیفیات قلبی نصیب ہوئیں وہ تو اپنے طور پر اگر کسی کو صرف لطیفہ قلب ہے تو بھی اسے حضوری کی کیفیات نصیب ہوتی ہیں سات لطائف ہیں تو بھی احدیت، معیت اقربیت ہے تو بھی فنا بقا ہے تو بھی سالک المجذوبی ہے تو بھی اور اگر اعلیٰ منازل ہیں تو بھی اپنے اپنے درجے کے

مطابق حضوری محسوس کرسکتا ہے اور ایک بندہ ایسا ہے کہ بڑے خلوص سے لگا ہے اور محبت کر رہا ہے لیکن اسے کوئی ولی کامل نہیں ملا ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے جس زمانے میں سواریاں نہیں تھیں ان میں سفر کئے پیدل کئے اونٹوں پر گھوڑوں پر بحری جہازوں پر کشتیوں پر کیے اور انھیں کوئی ہستی نہ مل سکی جو انھیں کیفیات باطنی سکھا سکتی ایسے لوگوں کے حالات بھی ملتے ہیں تو کیا وہ محروم رہ گئے نہیں ایسے لوگوں کے بارے فرمایا فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ دوسرے درجے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر ایسی صورت ہے کہ اسے کیفیات نہیں مل سکیں تو وہ یقین کرسکتا ہے کہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے یعنی محروم کسی کو نہیں رکھا اور اولیت ان لوگوں کو حاصل ہے جنہیں کیفیات قلبی نصیب ہوتی ہیں سو یہ بہت بڑی نعمت ہے اللہ کریم کی کہ کسی کو اپنے عہد میں کوئی ایسی ہستی مل جائے اور یہ چیز انقلاب آفریں ہوتی ہے۔ بڑی عجیب بات ہے آپ انسان کا لباس بدل سکتے ہیں اگر اس کا لباس بوسیدہ ہے یا میلا ہے تو آپ اسے اچھا پہنا سکتے ہیں جوتا بدل سکتے ہیں عینک بدل سکتے ہیں اس کا حلیہ بدل سکتے ہیں لیکن اس کا دل اسکی سوچ اس کی فکر نہیں بدل سکتے لوگ مزدوری سے کلرکی سے شروع ہوتے ہیں اور حکمرانی تک پہنچ جاتے ہیں لیکن ان کے مزاج نہیں بدلتے ان کے کردار نہیں بدلتے اگر وہ معمولی ملازمت میں کام چور تھے تو وہ حکمران بن کر بھی کام چور ہی رہتے ہیں رویے میں تبدیلی نہیں آتی حلیے بدل جاتے ہیں لباس بدل جاتے ہیں عہدے بدل جاتے ہیں مزاج وہی رہتا ہے حتیٰ کہ بندہ دنیا سے چلا جاتا ہے تو قیام حشر تک برزخ میں بھی مزاج وہی رہتا ہے جو دنیا میں تھا یہ صرف اللہ کے نام کی عظمتیں ہیں اور یہ کمال ہے حضور اکرم ﷺ کے فیوضات وبرکات کا اور شیخ کی توجہ کا کہ آدمی اندر سے بدل جاتا ہے سوچ کا انداز بدل جاتا ہے فکر بدل جاتی ہے دیانت وامانت آجاتی ہے انہیں حضور حق نصیب ہوجاتا ہے خشوع وخضوع تب ہی آتا ہے جب حضور حق نصیب ہوجاتا ہے اور یہ ساری کیفیات قلب کی ہیں تو اس حدیث پاک کی روشنی میں جن لوگوں کو یہ نعمت نصیب ہوئی ان پر اللہ کا بہت احسان ہوا وہ تو بازی لے گئے ان کا ہر قیام ان کا ہر رکوع ان کا ہر سجدہ اپنی نوعیت کا ہے اور جنہیں طلب کے باوجود تلاش کے باوجود کوئی ایسی ہستی نہ مل سکی جو قلب کی آنکھ وا کرتی دل کی روشنی نصیب ہوتی تو ان کے لیے بھی اللہ کی رحمت کا دروازہ بند نہیں ہے نبی اکرم ﷺ کی رحمت کا باب بند نہیں ہے فرمایا وہ بھی یہ

دعائے مغفرت

۱۔سلسلہ کے ساتھی ہیڈ ماسٹر صاحب شیر خان (مصریال۔چکوال) کی اہلیہ محترمہ

۲۔سلسلہ کے ساتھی جمیل بھٹہ (گوجرہ) کے والد محترم۔

۳۔سلسلہ عالیہ کے ضلعی امیر صوبیدار محمد عثمان ضلع سدھنوتی آزاد کشمیر وفات پاگئے۔

۴۔سلسلہ عالیہ کے ساتھی رضوان بشیر (اویسیہ سوسائٹی لاہور) کی اہلیہ محترمہ

۵۔سلسلہ عالیہ کے ساتھی سراج احمد رفعت (اویسیہ سوسائٹی لاہور) کی اہلیہ محترمہ

۶۔سلسلہ کے ساتھی محمد اکرم (گوجرہ) کی والدہ ماجدہ قضائے الٰہی سے وفات پاگئیں

ان سب کیلئے ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے

تصور تو کر سکتے ہیں کہ اللہ انہیں دیکھ رہا ہے اب اگر ان دونوں حالوں سے کوئی خالی ہے اسے یہ خیال بھی نہیں کہ مجھے تجلیات باری اور حضورِ حق نصیب ہے اور یہ بھی خیال نہیں کہ میرا اللہ مجھے دیکھ رہا ہے تو پھر اس کی عبادت ایک ورزش ہے Excercise ہے اٹھتا بیٹھتا ہے اور اکثر آپ دیکھتے ہیں کچھ دیر اگر بیٹھ کر آپ نظارہ کریں تو پتہ چلتا ہے کہ بندے اپنا ٹوٹل پورا کرنے کے لیے آتے ہیں جلدی جلدی وضو کیا اٹھک بیٹھک کی رکوع پورا نہیں کیا رکوع کے بعد قیام پورا نہیں کیا رکوع سے ہی سجدے میں چلے گئے یا دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ نہیں کیا تھوڑا سا سر اٹھایا اور پھر رکھ دیا کیا جلدی پڑی ہوئی ہے؟ جیسے پیچھے کوئی فوج لگی ہوئی ہے ایک رکعت ،دو رکعت ، چار رکعت پڑھ رہے ہو آرام سے اس کے ارکان تو پورے کرو کیوں نہیں کرتے اس لیے کہ ان کے پاس یہ دولت بھی نہیں ہے کہ انہیں حضورِ حق نصیب ہو اور عبادت کی جو کیفیات باطنی ہیں وہ محسوس کر رہے ہوں کہ میں اللہ کے روبرو ہوں اللہ کو دیکھ رہا ہوں جمالِ باری اس کے سامنے ہے اور یہ بھی نہیں کہ میں تو نہیں دیکھ رہا اللہ مجھے دیکھ رہا ہے یہ دونوں میں سے ایک بھی ہوتا تو اس کی کیفیت ادائیگی صلوٰۃ کی مختلف ہوتی باضابطہ طور پر الفاظ درست ادا کرتا رکوع و سجود صحیح کرتا، قیام و جلسہ پورا کرتا ہر رکن پورا پورا ادا کرتا تو یہ ظاہری طور پر دیکھنے سے بھی سمجھ آجاتی ہے آج عجیب عالم ہے یہ ایک عادت بن چکی ہے مسجد میں جائیں گے تو بہت جلدی میں ہوں گے ٹھونگیں جیسے مرغ ٹھونگیں مارتا ہے اس طرح صلوٰۃ ادا کریں گے اس کے بعد مسجد کے دروازے پر کسی کے ساتھ گپ شپ میں کھڑے رہیں گے بے شک گھنٹہ کھڑے رہیں یعنی یہ نہیں کہ کوئی بڑی مجبوری ہے کہیں جانا ہے اس لیے کہ وہ کیفیت نصیب نہیں تو یہ ہم لوگوں پر اللہ کریم کا بڑا احسان ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسی ہستی ہمیں بیٹھے بیٹھے مفت میں بغیر کسی محنت کے نصیب ہو گئی اور اللہ کی کروڑوں کروڑوں رحمتیں ہوں ان پر جنہوں نے ہم جیسے عام لوگوں تک یہ نعمت پہنچانے میں اپنی عمریں صرف کر دیں تو ہم اگر تمام عمر اسی ایک نعمت کے شکر کے طور پر سر بسجود رہیں تو شکر ادا نہیں ہو سکتا لیکن یاد رہے کہ ہر صلوٰۃ میں یہ کیفیت وارد ہونی چاہیے خواہ کوئی کہیں بھی ہو اس کے اپنے مراقبے اپنی حیثیت کے مطابق اسے یہ محسوس ہونا چاہیے کہ میرے سامنے پروردگار کی تجلیات ہیں میرا اللہ میرے روبرو ہے اور یہ ظاہری آنکھ سے ممکن نہیں اور قلبی آنکھ سے پوشیدہ نہیں یہ الگ بات ہے کہ قلب کی آنکھ ہی نہ ہو قلب کی آنکھ کھل جائے تو قلبی بصیرت سے اس دنیا میں یہ سب کچھ ممکن ہے اور آخرت میں جیسا کہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے میدانِ حشر میں بھی مومن کو اللہ کی زیارت نصیب ہو گی اور جنت میں بھی جنت کی سب سے اعلیٰ نعمت دیدارِ باری ہو گا ہر جنتی کو اس کی حیثیت کے مطابق نصیب ہو گا تو یہ کوئی عام سی بات نہیں ہے یہ اللہ کا بہت بڑا احسان ہے یہ محض جماعت یا دھڑے بندی نہیں ہے یہ محض ایک گروہ کو جمع کرنا نہیں ہے یہ دلِ مسلم کو وہ نور بینا دینا ہے وہ بینائی دینا ہے اس کی دل کی آنکھ کو کھولنا ہے کہ وہ تجلیاتِ باری کا اور حضورِ حق کا مشاہدہ کر سکے اللہ کریم ہمیں اس کو حاصل کرنے اس کی حفاظت کرنے اور اس پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ

ابوالاحمدین

مشائخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ میں سے ایک ہیں ان کی وفات 18 محرم الحرام 898 ھجری میں ہوئی اس نسبت سے ان کے حالات زندگی پر یہ مضمون شائع کیا جارہا ہے۔

865 ہجری کی ایک شب

افغانستان کے شہر مرو میں دو بزرگ حق سبحانہٗ تعالیٰ کی محبت ذاتیہ کے موضوع پر محوِکلام ہیں کہ اچانک گفتگو کا رخ تبدیل ہوتا ہے:

''خواجہ عبیداللہ احرار مدظلہٗ نے اس کمینے سے پوچھا کہ تمہاری عمر کیا ہوگی؟ میں نے جواب میں عرض کیا کہ اس وقت میری عمر تخمیناً پچپن سال ہے۔ فرمایا کہ ہم تم سے بارہ سال عمر میں بڑے ہیں۔''

یہ جواب دینے والے بزرگ مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ تھے جو 23 شعبان 817 ہجری کو علوم دینیہ کے فاضل حضرت احمد دشتی کے ہاں خراسان کے شہر جام میں پیدا ہوئے اور اسی شہر کی نسبت سے مولانا جامیؒ کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپؒ نے خود اپنے تخلص کے بارے میں فرمایا:

مولدم جام و رشحۂ قلمم جرعۂ جام شیخ الاسلامی است
لاجرم در جریدۂ اشعار بدو معنی تخلصم جامی است

''میری جائے پیدائش جام اور میرے قلم سے جو ٹپکا وہ شیخ الاسلام احمد جامیؒ کے جام کا ایک گھونٹ ہے' ان دونوں وجہ سے میرے اشعار کے جریدے میں میرا تخلص جامی ہے۔''

خاندان کا تعلق دشت سے تھا جو ایران کے شہر اصفہان کا ایک محلّہ ہے۔ اسی نسبت سے والد اور دادا دشتی کہلائے۔ مرورِ زمانہ کے ہاتھوں مجبور ہوکر دادا کو ایران سے ہجرت کرنا پڑی اور افغانستان میں خراسان کے شہر جام میں آباد ہوگئے۔ چونکہ علمی گھرانہ تھا' یہاں آکر منصب قضا وفتویٰ سنبھال لیا اور تعلیم وتعلم میں مصروف ہوگئے۔ آپؒ کے جدامجد مولانا محمد دشتی کے عقد میں امام محمد شیبانیؒ کی اولاد سے صاحبزادی تھی جن کے بطن سے آپؒ کے والد احمد پیدا ہوئے۔ یاد رہے کہ امام شیبانیؒ امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد تھے اور انہیں بین الاقوامی قوانین کا امام تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس کے اعتراف میں اہل مغرب نے ہیگ میں بین الاقوامی قوانین پر ان کے نام سے ''شیبانی سوسائٹی'' قائم کررکھی ہے۔

روحانی تربیت کا آغاز

انتہائی کم سنی میں حضرت مولانا فخرالدین نورستانیؒ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ یہ بزرگ علوم ظاہری کے عالم تھے لیکن راہ سلوک میں نکلے تو اپنی تمام کتب اور سارے سامان کے

ساتھ گھر کو خیر باد کہا اور مختلف ممالک بشمول مصر اور خراسان میں اہل اللہ کی صحبت میں عمر بسر کی۔ عمر کے آخری حصہ میں جام کی اس سرائے میں تشریف لائے جو مولانا جامیؒ کے والدین کی تھی تو آپؒ کو حصول برکت کے لئے ان کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ مولانا جامیؒ اس حاضری کی یادداشت کو ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:

''میں چھوٹا تھا اور مجھ کو اپنے زانو کے ساتھ بٹھایا تھا۔ اپنی مبارک انگلیوں سے مشہور نام جیسے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوا پر لکھتے تھے اور میں ان کو پڑھ لیتا تھا۔ وہ تبسم فرماتے اور حیران ہوتے۔ ان کی اس شفقت و محبت کی وجہ سے میرے دل میں اس گروہ کی محبت و ارادت کا بیج پڑ گیا اور اس وقت سے ہر روز اس کی نشوونما کرتا ہوں کہ آج کچھ ہے اور کل کچھ۔ میں امید کرتا ہوں کہ ان کی محبت پر جیوں اور ان کی محبت پر مروں اور ان کے ساتھ محبت رکھنے والوں کے زمرہ میں اٹھایا جاؤں۔

اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَاَمِتْنِیْ
مِسْکِیْنًا
وَاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ
الْمَسَاکِیْن

اے اللہ! مجھے مسکین زندہ رکھ اور مجھے مسکین کر کے مارنا اور میرا حشر مساکین کی جماعت میں کرنا''

یہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کے دل میں عقیدت و ارادت اور طریقت کا پہلا بیج تھا۔ مولانا جامیؒ اس قدر کم سن تھے کہ ہوا میں انگلی کے اشاروں سے مشہور اسماء کی پہچان مولانا فخر الدین نورستانیؒ کے لئے باعث حیرت تھی۔ مولانا جامیؒ کی عمر اس وقت تین سال کے لگ بھگ تھی۔ آپؒ نے ابھی تک باقاعدہ تحصیل علم کا آغاز نہ کیا تھا اور الفاظ کی یہ سوجھ بوجھ اہل علم گھرانے میں اٹھتے بیٹھتے حاصل ہوگئی۔ مولانا فخر الدین نورستانیؒ کے وصال کا زمانہ 320ھ ہے یعنی مولانا جامیؒ کی پیدائش کے تین سال بعد مصر میں وصال ہوا اور امام شافعیؒ کے مدفن کے قریب ''سیدی فخر الدین'' کے نام سے تدفین ہوئی۔ مولانا جامیؒ کے تذکروں میں اگرچہ ان کا ذکر کم ملتا ہے لیکن طریقت کے اتالیق اول کے حوالے سے وہ کچھ کہے بغیر بھی تین سالہ کم سن طالبعلم کے لئے عمر بھر کا راستہ متعین کر گئے۔

مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کی عمر جب پانچ سال کے قریب تھی تو آپؒ کی زندگی کا دوسرا اہم واقعہ حضرت خواجہ محمد پارساؒ کی زیارت ہے جو خواجہ بہاؤ الحق نقشبندؒ کے اکابر اصحاب میں سے تھے۔ اس واقعہ نے بھی آپؒ کی زندگی پر اہم اثرات ڈالے ہیں بلکہ نسبت نقشبندیہ سے دل کا تعلق خاص اسی واقعہ کا ثمر ہے۔ حضرت مولانا جامیؒ نے اس واقعہ کا تذکرہ ان الفاظ میں فرمایا:

''خیال میں آتا ہے کہ حضرت خواجہ محمد پارساؒ جب جام کی ولایت سے گزرے اور اندازہ ہوتا ہے کہ وہ وقت سال 822ھ کی جمادی

الاول کی آخری تاریخیں ہوں گی یا جمادی الآخر کی پہلی تاریخیں۔ اس فقیر کے والد نیازمندوں، مخلصوں کی کثیر جماعت کے ساتھ خواجہ محمد پارساؒ کی زیارت کے لئے باہر آ گئے تھے اور اس وقت میری عمر پانچ سال کی پوری نہ ہوئی ہوگی۔ میرے والد نے اپنے متعلقین میں سے ایک شخص کو کہا کہ مجھے کندھے پر بٹھا کر آپؒ (خواجہ محمد پارساؒ) کی اس ڈولی کے سامنے رکھیں جس کی چاروں کھونٹیں انوار سے روشن ہو رہی تھیں۔ ڈولی کے چاروں کونے ذکر الٰہی کے انوار سے منور تھے۔ حضرتؒ نے مجھ پر التفات فرمایا اور ایک سیر کرمانی مصری عطا فرمائی اور آج اس واقعہ کو ساٹھ سال ہو چکے ہیں۔ اب تک آپؒ کے رخ انور کی روشنی اور چمک میری آنکھوں میں ہے اور دیدار مبارک کی لذت میرے دل میں موجود ہے اور یقیناً خاندان خواجگان قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم کے متعلق اس فقیر کو اخلاص و اعتقاد اور ارادت و محبت کا جو رابطہ یعنی دلی تعلق موجود ہے وہ حضرت والا شانؒ کی نظر مبارک کی برکت سے ہوا ہوگا اور میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے کرم اور اس کے احسان سے اس رابطہ کی برکت سے قیامت کے دن ان حضرتؒ سے محبت کرنے اور ان سے اخلاص رکھنے والوں کے زمرہ میں اٹھایا جاؤں گا۔"

حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کی زندگی کا یہ اہم اور یادگار واقعہ اس وقت پیش آیا جب حضرت خواجہ محمد پارساؒ حج کے لئے بخارا سے روانہ ہوئے اور راستے میں جام سے گزر ہوا۔ حضرت خواجہ محمد پارساؒ 19 ذوالحج 822ھ کو مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئے تو راستے میں ہمراہیوں کو طلب فرما کر ایک تحریر لکھوائی۔ اس تحریر کا تعلق چونکہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ سے ہے' نفحات الانس سے متعلقہ اقتباس یہاں نقل کیا جاتا ہے:

"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥

ہفتہ کے دن تاریخ 19 ذوالحج 822ھ۔ چاشت کے وقت جب ہم مکہ مکرمہ سے (اللہ تعالیٰ اس کی قدر کو بڑھائے اور اس کی برکتوں میں اضافہ عطا فرمائے) فارغ ہو کر واپس آ رہے تھے اور ہم قافلہ کے ساتھ چل رہے تھے' میں سونے اور جاگنے کی حالت میں تھا۔ سید الطائفہ جنید قدس اللہ تعالیٰ سرہ میرے پاس آئے۔ پھر انہوں نے (اللہ تعالیٰ ان سے راضی رہے) اپنی بشارت اور زیارت کے حال میں کہا' اَلْقَصْدُ مَقْبُوْلٌ۔ تیرے حج کا قصد قبول کر لیا گیا ہے۔ یعنی جس نیت کے ساتھ تو حج کے لئے روانہ ہوا ہے' اللہ تعالیٰ

نے اس کو قبول کر لیا ہے۔ میں نے اس بات کو
یاد کر لیا اور مجھے اس سے خوشی ہوئی۔ پھر میں
اس حالت سے (جو سونے جاگنے کے درمیان
تھی) ہوشیار ہو گیا۔ اس حال پر میں اللہ تعالیٰ
کا شکر ادا کرتا ہوں اور اس کی تعریف کرتا
ہوں۔ یہ ایک کلمہ جو سید الطائفہ کی زبان
مبارک پر جاری ہوا ہے۔ یہ کلمہ جامع بھی ہے
اور کامل بھی ہے اور ایسی خوشخبری ہے، جو ہم کو،
ہماری اولاد کو، ہمارے اصحاب و احباب،
حاضر و غائب سب کو شامل ہے۔''

حضرت خواجہ محمد پارساؒ مشائخ نقشبند میں خاص مقام رکھتے ہیں۔ ان کی یہ تحریر نہ صرف طریق اویسیہ کے شیخ حضرت جنید بغدادیؒ سے گہری عقیدت کی آئینہ دار ہے بلکہ اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے حالت مکاشفہ میں حضرت جنید بغدادیؒ کے دو لفظوں کو اپنے اور سلسلۂ نقشبندیہ کے مستقبل کے حاملین کے لئے بیش قیمت اثاثہ قرار دیا۔

حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ نے حصول علم کے بعد حضرت خواجہ محمد پارساؒ کے صاحبزادے حضرت خواجہ برہان الدین ابونصر پارساؒ متوفی 865ھ سے بھی رابطہ رکھا اور اکثر ان سے علمی موضوعات پر گفتگو ہوتی۔

اہل اللہ کے سوانح کا مطالعہ کرتے ہوئے اکثر ان کی ظاہری تعلیم کا تذکرہ پہلے آتا ہے جس کے بعد طریقت کا آغاز ہوتا ہے لیکن اس کے برعکس مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کے ہاں روحانی تربیت کا ذکر مقدم ہو گیا۔ آپؒ کے ہاں معاملہ ہی کچھ ایسا نظر آتا ہے کہ ابتداء میں ہی راہ طریقت کی تعیین ہو گئی یعنی تین سال کی عمر میں محبت و عقیدت کا پہلا سبق ملا تو پانچ سال کی عمر میں طریقت کے مکتبۂ نقشبند سے نسبت قائم ہوئی۔ مکتب طریقت میں طالبعلمی کا باقاعدہ دور مولانا سعد الدین کاشغریؒ سے بیعت کے بعد شروع ہوتا ہے جب حضرت مولانا جامیؒ ظاہری تعلیم مکمل کر چکے تھے۔

تحصیل علم

ابتدائی تعلیم گھر میں اپنے والد سے حاصل کی۔ فرمایا کرتے، میں نے زبان اپنے والد سے سیکھی۔ ابھی چھوٹی عمر کے تھے کہ والد کے ہمراہ ہرات آئے اور مدرسہ نظامیہ میں داخل ہوئے۔ یہاں ماہر علوم عربی مولانا جنید اصولی سے عربی علوم کی بنیادی کتب کا مطالعہ کیا۔ اگرچہ ابھی سن بلوغت کو نہ پہنچے تھے لیکن کتب کو سمجھنے کی استعداد رکھتے تھے، چنانچہ آخری درجہ کے طلبہ کے ساتھ تعلیم مکمل کی۔

ہرات کے بعد آپؒ نے سمرقند کا رخ کیا۔ صرف چالیس روز میں وہاں کے مشہور عالم خواجہ علی سمرقندی سے اسباق مکمل کئے۔ جس کے بعد مولانا شہاب الدین محمد جاجرمی کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے۔ یہاں کم عمر طالبعلم کے محققانہ سوال و جواب استاد کے لئے باعث حیرت ہوتے۔ کچھ ہی عرصہ بعد نئے استاد کی تلاش ہوئی تو سمرقند میں ہی قاضی زادہ روم کے مدرسہ کا رخ کیا۔ پہلی ملاقات میں ہی استاد اور شاگرد کے مابین طویل محققانہ بحث چل نکلی جس کے اختتام پر استاد کو نوجوان طالبعلم کی رائے سے اتفاق کرنا پڑا۔

یہاں حضرت جیؒ کے تحصیل علم کے زمانہ کے ساتھ

مماثلت نظر آتی ہے۔ حضرت جیؒ نے بھی کسی ایک استاد کے پاس بہت کم عرصہ گزارا تھا۔ مفتی کفایت اللہؒ کے ساتھ حضرت جیؒ کے دلچسپ سوالات کی بھی کچھ یہی صورت تھی جو مولانا جامیؒ کے حالات میں نظر آتی ہے۔

قاضی زادہ روم نے فن ہیئت کی ایک کتاب پر تشریحات لکھ رکھی تھیں۔ حضرت مولانا جامیؒ روزانہ دو چار کی اصلاح کر دیتے۔ آپؒ نے یہ تصرفات جب قاضی زادہ روم کو دکھائیں تو یہ ان کے وہم وگمان میں بھی نہ تھیں۔ ان سے اتفاق کیا اور ممنون ہوئے۔ سمرقند کے اس مدرسہ میں قاضی زادہ روم نے علماء وفضلاء کے ایک سیمینار کا اہتمام کیا تو سب کے سامنے مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کی علمی قابلیت کا اعتراف ان الفاظ میں کیا:

''جب سے سمرقند آباد ہوا ہے' جدت طبع اور قوت تصرف میں جام کے اس نوجوان کے پائے کا کوئی شخص دریائے آمویہ (آمو) عبور کر کے اس پار نہیں آیا۔''

حضرت مولانا جامیؒ کا سمرقند میں مدرسہ الغ بیگ کے جس حجرہ میں قیام رہا' اس کے باہر آپؒ کی یاد میں ایک تختی آویزاں ہے۔ اس مدرسہ میں دائیں ہاتھ کے دوسرے حجرہ کی دیوار پر یہ لوح نظر آتی ہے:

''یہ جامی کا حجرہ رہا ہے۔''

حقیقت یہ ہے کہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کو علم کے میدان میں کسی کی باقاعدہ شاگردی اختیار کرنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی۔ آپؒ علوم ظاہری کے اکتساب کی خاطر مختلف علماء کے درس میں شریک ہوتے لیکن اس دوران اساتذہ سے محققانہ مباحث فرماتے اور طالبعلم کی بجائے ایک معاصر عالم نظر آتے۔ آپؒ نے ایک مرتبہ تحصیل علم کے بارے میں فرمایا:

''ہم نے کسی استاد کے سامنے ایسا سبق نہیں پڑھا کہ وہ ہم پر غالب ہوا بلکہ ہر بحث میں ہمیشہ ہمارا پلہ ہی بھاری رہا یا کبھی برابر رہتے۔ کسی شخص کا بھی ہم پر استادی کا حق ثابت نہیں۔ درحقیقت ہم اپنے باپ کے شاگرد ہیں جن سے ہم نے زبان سیکھی۔''

مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کا تحصیل علم کا زمانہ بہت مختصر ہے جس میں آپؒ نے صرف' نحو' منطق' حکمت' ریاضی' فقہ' اصول فقہ اور قرأت میں ملکہ حاصل کیا۔ تفسیر قرآن اور حدیث کا مطالعہ کیا لیکن عمر بھر خود کو طالب علم سمجھا اور علم حاصل کرنے کی جستجو برقرار رہی۔ بلاد اسلامیہ میں اپنی مسلمہ علمی حیثیت کے باوجود 61 سال کی عمر میں دمشق گئے تو وہاں کے شیخ الحدیث قاضی محمد حیفری سے احادیث سنیں اور سند حدیث حاصل کی۔ آپؒ نے اپنے اشعار میں بعض اہم کتب کا بطور خاص ذکر کرتے ہوئے ان کے مطالعہ کی بھی تلقین فرمائی ہے۔

فہم وفراست' علمی تبحر اور حاضر دماغی کے ساتھ ساتھ مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ بلا کے بذلہ سنج اور خوش مزاج تھے۔ ایک مرتبہ ہرات میں مولانا علی توشجی' جو اس دور کے معروف عالم اور کئی کتابوں کے مصنف تھے' ایک عجیب وغریب گٹھڑی لئے آپؒ کی

محفل میں آئے اور شبہات دور کرنے کے بہانے فن ہیئت کے مشکل سوال پوچھنے شروع کر دیئے۔ آپؒ نے ہر سوال کا ایسا ترکی بہ ترکی جواب دیا کہ مولانا لاجواب ہو کر رہ گئے۔ جب کوئی سوال نہ رہا تو مولانا جامیؒ نے ازراہ مزاح کہا' مولانا آپ کی گٹھڑی میں اس سے بہتر کوئی شے نہیں تھی۔ اس کے بعد مولانا علی توشجی اکثر اپنے شاگردوں سے کہا کرتے' اس دن مجھ پر یہ بات ایک بار پھر واضح ہوگئی کہ اس دنیا میں واقعی کسی نفس قدسی کا وجود ہے۔

نفس قدسی: نفس قدسی اصطلاح میں اس قوت کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ تفکر کی مدد کے بغیر ہی مختصر ترین مدت میں مشکل مسائل کو سمجھ لیا جائے۔ بعض اہل اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ملکہ اس لئے حاصل ہو جاتا ہے کہ معمولات سلوک عقل کے معاون ہوتے ہیں اور قوت مدرکہ کو بڑھاتے ہیں۔ اس وضاحت سے سلسلہ عالیہ کے احباب کے بارے میں اس حیران کن مشاہدے کی بھی توجیح مل جاتی ہے کہ وہ امور جنہیں حل کرنے کے لئے ایک وقت درکار ہوتا ہے' احباب سلسلہ کیونکر بہت سرعت سے نبٹا لیتے ہیں۔ یہ سلسلہ عالیہ سے تعلق کا نتیجہ ہے جس کا اثر روح کی تیز رفتاری پر ہی نہیں بلکہ عقل و دانش پر بھی مرتب ہوتا ہے۔

حضرت امیر المکرم نے اس حقیقت کی انتہائی آسان فہم وضاحت فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جس خوش نصیب کو ذکر و فکر کی بدولت برکات عطا ہوتی ہیں' اس کی عمر اور اس کے وقت میں بھی برکت آ جاتی ہے' اس کی صلاحیتوں میں بھی برکت آ جاتی ہے' اس کی قوت کار میں بھی برکت آ جاتی ہے' اس کے ہر کام میں برکت شامل ہوتی ہے' جس کے نتیجہ میں ایک عام شخص کی نسبت اس کی کارکردگی میں کئی گنا اضافہ ہو جاتا ہے۔

روحانی تربیت:

حصول تعلیم کے دوران تعطیلات میں مولانا جامیؒ کا مطالعہ یا آموختہ سے کوئی سروکار نہ ہوتا اور آپؒ یہ وقت روحانی اشغال اور تفکر میں گزارتے۔ ان لمحات میں روحانیت کے اس پودے کی آبیاری کی جاتی جو کم سنی میں آپؒ کے دل میں جڑ پکڑ چکا تھا۔ علوم ظاہری کی تکمیل ہوئی تو قلبی کیفیات میں اضطراب اور بے چینی مزید بڑھنے لگی۔ ایک رات خواب میں خود کو حضرت سعد الدین کاشغریؒ کے حضور پایا جو فرما رہے تھے' جاؤ بھائی کوئی دوست دیکھ لو' تمہارے لئے یہ ناگزیر ہے۔

جن دنوں مولانا جامیؒ ہرات میں تھے' اکثر آپؒ کا گزر جامع مسجد ہرات کے سامنے سے ہوتا جہاں مولانا سعد الدین کاشغریؒ اپنے شاگردوں کے ساتھ نشست فرما ہوتے۔ آپؒ کو دیکھ کر مولانا کاشغریؒ فرمایا کرتے:

''اس شخص میں عجیب قابلیت ہے' ہم تو اس پر فریفتہ ہیں' معلوم نہیں اسے کس طرح اپنی گرفت میں لائیں۔''

مولانا جامیؒ نے یہ خواب دیکھا تو سمرقند سے رخت سفر باندھا اور ہرات میں حضرت سعد الدین کاشغریؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؒ کو آتے دیکھ کر مولاناؒ فرمانے لگے:

''شہبازے بچنگ ما افتادہ است (شہباز

ہمارے قبضے میں آ گیا۔)''

مولانا جامیؒ نے حضرت سعد الدین کاشغریؒ کی خدمت میں رہ کر خوب ریاضتیں اور مجاہدے کئے اور خرقۂ خلافت بھی پایا۔ کچھ عرصہ بعد مولانا جامیؒ کا حضرت سعد الدین کاشغریؒ کے صاحبزادے خواجہ کلاں کی بیٹی سے عقد ہو گیا اور اس طرح آپؒ مولانا کاشغریؒ سے روحانی رشتہ کے علاوہ رشتۂ قرابت میں بھی منسلک ہو گئے۔ خواجہ کلاں کی دوسری صاحبزادی کا عقد فخر الدین کاشغیؒ سے ہوا جنہیں آپؒ کے وصال کے نو سال بعد ''رشحات عین الحیات'' میں آپؒ کے حالات قلمبند کرنے کی سعادت ملی۔

ہم عصر اہل اللہ سے روابط

مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کا ہمعصر معروف روحانی شخصیات سے بھی رابطہ رہا جن کا آپؒ نے سرسری تذکرہ فرمایا ہے' خواجہ شمس الدین کوسوئیؒ (متوفی 863ھ) اس دور کے مشہور واعظ تھے۔ ان کی محافل میں مولانا جامیؒ کے شیخ مولانا سعد الدین کاشغریؒ خود بھی شریک ہوتے اور اپنے احباب کو بھی شرکت کی تلقین کرتے۔ صوفیا کے اس طرز عمل کے برعکس آج کوئی شخص کسی آستانے پر بیٹھ جائے تو اسے کسی اور شیخ کے پاس جانے کی اجازت نہیں ملتی خواہ لطیفۂ قلب پر توجہ دینے کی بھی صلاحیت بھی نہ رکھتے ہوں۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ جب کبھی آپؒ خواجہ کوسوئیؒ کی محفل میں شریک ہوتے' وہ فرمایا کرتے: ''آج ہماری محفل میں شمع فروزاں ہے اور ان کی زبان پر حقائق و معارف رواں ہو جاتے۔ کبھی کبھی حضرت مولانا جامیؒ مولانا جلال الدین پورانیؒ (متوفی 862ھ) کے ہاں بھی جایا کرتے۔

حضرت سعد الدین کاشغریؒ مولانا نظام الدین خاموشؒ کے خلیفہ تھے جن کا شجرۂ طریقت خواجہ بہاؤ الحق نقشبندؒ سے ملتا ہے۔ اس طرح پانچ سال کی عمر میں مولانا جامیؒ کے دل میں خواجہ محمد پارساؒ کی زیارت سے سلسلہ نقشبندیہ کا جو بیج بویا گیا تھا' حضرت سعد الدین کاشغریؒ نے اس کی آبیاری کی۔ آپ کا یہ دور مجاہدات کا دور تھا لیکن ان کے وصال کے بعد حضرت خواجہ عبیداللہ احرارؒ کی صحبت میں پہنچے تو روحانیت کا پودا برگ بار آور بنا۔

مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ نے قیام ہرات کے دوران حضرت شیخ بہاؤ الدین عمرؒ (متوفی 857ھ) سے بھی اپنی ملاقات کا تذکرہ کیا ہے۔ ان کی رہائش ہرات کے قریب ایک گاؤں میں تھی۔ جو بھی ان کی خدمت میں حاضر ہوتا' وہ دریافت کرتے' کیا خبر ہے؟ ہر شخص اپنی بساط کے مطابق جواب دیتا۔ مولانا جامیؒ سے پوچھا' کیا خبر لائے ہو تو آپؒ نے جواب دیا' کچھ نہیں۔ راستے میں کیا دیکھا' کچھ نہیں۔ فرمانے لگے:

''جو بھی درویش کے پاس آئے' اسے ایسے
ہی آنا چاہیے کہ نہ تو اسے شہر کی خبر ہو' نہ وہ
راستے میں کسی شے پر دھیان دے۔''

پھر یہ شعر پڑھا جو اکثر حضرت جیؒ کی زبان مبارک سے بھی سنا گیا:

دلارامی کہ داری دل دراو بند
دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

وہ محبوب جس سے تمہارے دل کو سکون پہنچتا
ہے' خود کو اس کے ساتھ پابند کر لو اور تمام عالم
سے اپنی آنکھیں بند کر لو۔

خواجہ عبید اللہ احرارؒ سے نسبت

مولانا سعد الدین کاشغریؒ کا وصال 840ھ میں ہوا۔ اس دور میں حضرت مولانا جامیؒ کے جن دیگر روحانی شخصیات سے روابط تھے' ان کے وصال کا زمانہ 857ھ سے 864ھ تک ہے۔ مرو کے مقام پر حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ سے آپؒ کی ملاقات 865ھ میں ہوئی۔ اگرچہ یہ کہنا مشکل ہے کہ اس سے قبل آپؒ کی حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ سے کوئی ملاقات نہیں ہوئی لیکن یہ بات وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ اس ملاقات کے بعد حضرت مولانا عبد الرحمٰن جامیؒ کے حالات میں کسی اور بزرگ سے ملاقات کا تذکرہ نہیں ملتا۔ گویا حضرت خواجہ احرارؒ سے ملاقات کے بعد مولانا جامیؒ کو کسی اور بزرگ سے روحانی فیض کی احتیاج ہی نہیں رہی۔

کتب سیر میں اکثر مولانا عبد الرحمٰن جامیؒ کی خواجہ عبید اللہ احرارؒ سے چار ملاقاتوں کا تذکرہ ملتا ہے جو آپؒ کے سفر حج سے پہلے دور کی ہیں۔ ایک مرتبہ آپؒ شیخ سے ملاقات کے لئے مرو گئے' جب حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ خراسان تشریف لائے تھے۔ شیخ سے ملاقات کیلئے آپؒ دو مرتبہ سمرقند گئے اور ایک مرتبہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ خود ہرات تشریف لائے اور ایک شب قیام فرمایا۔ حضرت خواجہ احرارؒ نے جس کمرہ میں قیام فرمایا تھا' ہرات میں اس وقت بھی وہ اصل حالت میں محفوظ ہے۔ مولانا جامیؒ کے سفائر میں سفر تاشقند کا بھی ذکر ملتا ہے' چنانچہ اس امکان کو رد نہیں کیا جا سکتا کہ ان مشائخ کی باہم ملاقاتوں کی تعداد چار سے بھی زائد ہو۔

ان ملاقاتوں کی کیفیت بیان کرتے ہوئے مولانا ابو سعید اوبہیؒ لکھتے ہیں:

''اکثر اوقات خواجہ عبید اللہ احرارؒ اور مولانا جامیؒ کے مابین صحبت میں سکوت طاری رہتا اور گاہے حضرت خواجہ احرارؒ کوئی ارشاد بھی فرماتے۔ ایک مرتبہ مولانا جامیؒ نے ''فتوحات'' کا ذکر کرتے ہوئے عرض کیا کہ اس کتاب کے بعض مقامات پر آپ اشکال محسوس کرتے ہیں جو مطالعہ اور غور وفکر سے حل نہیں ہو رہے۔ مولانا جامیؒ نے اجازت طلب کرنے کے بعد متعلقہ عبارت پیش کی تو حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ نے فرمایا' کتاب بند کر دیں۔ اس کے بعد انہوں نے اسرار و معارف پر مبنی طویل کلام فرمایا اور آخر میں مولانا جامیؒ سے کہا کہ اب کتاب کھول کر دیکھیں۔ آپؒ نے کتاب کھول کر عبارت دیکھی تو تمام اشکال رفع ہو چکے تھے۔''

حضرت خواجہ احرارؒ سے مولانا جامیؒ کی صرف چند ملاقاتوں کے تذکرہ سے یہ تاثر ابھرتا ہے کہ تربیت کے لئے شاید آپؒ کو شیخ کی طویل صحبت نصیب نہ ہوئی۔ ایسا نہیں ہے بلکہ مولانا ابو سعید اوبہیؒ لکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ احرارؒ کی خدمت میں مولانا جامیؒ حاضر ہوتے تو کم وبیش پندرہ روز مسلسل قیام ہوتا۔

خط وکتابت

مرو کی ملاقات کا تذکرہ کرتے ہوئے فخر الدین کاشفیؒ ''رشحات عین الحیات میں رقمطراز ہیں:

''یہ بات مخفی نہیں رہی کہ اس ملاقات سے قبل اور بعد حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ اور مولانا جامیؒ کے مابین کثرت سے خط وکتابت رہی اور شیخ کے ساتھ آپؒ کی ارادت وخلوص آپؒ کی نظم ونثر' دونوں سے عیاں ہے۔''

حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ کی خدمت میں مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کے خطوط تاریخ تصوف کا حصہ بن چکے ہیں۔ ان خطوط میں سے بطور نمونہ دو مختصر ترین خطوط فارسی عبارت اور ترجمہ کے ساتھ یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔ خواجہ عبید اللہ احرارؒ اور مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ تاریخ تصوف کے دو عظیم نام ہیں' لیکن مولانا جامیؒ جب اپنے شیخ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں تو شیخ سے انتہائے عقیدت' اپنی ذات کی تحقیر اور عجز ونیاز کی جو تصویر فارسی کے الفاظ سے ہویدا ہوتی ہے' اس کا اندازہ محض ترجمہ سے نہیں لگایا جا سکتا۔ پاس ادب حال دل کہنے میں مانع ہے' جذبات کا سمندر ہے لیکن اظہار کے لئے معدودے چند الفاظ سے زائد کچھ کہنے کی ہمت نہیں پاتے۔ اسے دیکھتے ہوئے آج شیخ کے حضور ہمارا بے باکانہ انداز گفتگو نہ صرف بے ادبی بلکہ گستاخی کے زمرہ میں آتا ہے اور یقیناً اصلاح طلب ہے۔

رقعہ اولیٰ

بعد از رفع نیاز عرضہ داشت

این بیچارہ گرفتار آنکہ گاہی میخواہم کہ گستاخی کردہ از خرابی احوال خود نسبت بملازمان آستانہ اندکی اعلام کنم لیکن می ترسم کہ از خرابی کہ حال این فقیر ست موجب ملالت آن باریافتگان نشود ''ذکر الوحشۃ وحشۃ'' بہر جا کہ ہست از روی آن میباشد کہ نظر بخرابی این درماندہ کنند طریقہ ترحم کہ از اخلاق کرامت نسبت باین ضعیف مرعی دارند سبب گرفتاری خود جز آن نمیدانم کہ بیت ''ہر کرا دیواز کریمان وابرد بیکشش سازد سرش راو اخرد۔

والسلام والاکرام

ترجمہ

نیاز کے بعد عرض ہے کہ یہ بیچارہ اس چیز میں گرفتار ہے کہ کبھی چاہتا ہوں کہ گستاخی کرتے ہوئے اپنے احوال کی خرابی کی تھوڑی سی نسبت کا اظہار آپ کے آستانہ کے ملازمان کی طرف کروں لیکن ڈرتا ہوں کہ حال کی خرابی جو اس فقیر میں ہے کہیں ان انعام یافتہ لوگوں کے ملال کا سبب نہ بن جائے۔ کیونکہ وحشت کا ذکر بھی وحشت ہے۔ بہر حال جو کچھ بھی ہے اس سے مدعا یہ ہے کہ آپ اپنے کریمانہ اخلاق کے طریقہ ترحم کی نسبت سے جو آپ اس کمزور کے ساتھ رعایت کرتے ہوئے رکھتے ہیں' اس درماندہ کی خرابی کے حال پر توجہ فرمائیں۔ میں اپنی گرفتاری کا سبب

اس کے سوا کچھ نہیں جانتا۔
جس شخص کو شیطان کریم لوگوں سے دور لے
جاتا ہے
اس کے سر کو عقل سے خالی کر دیتا ہے اور اس کو ختم
کر دیتا ہے

السلام والاکرام

رقعہ ثانی

عرضہ داشت آنکہ اشتیاق و آرزومندی
عتبہ بوسی بسیار ست ہر چند با خود میگویم مصرعہ
این کار دولت ست کنون تا کرا رسد لیکن ہو
اے آنکہ خود را بران آستان ببیند بسیار است
امید از الطاف بی نہایت حق سبحانہ آنکہ این
فقیر بے بال و پر دلی ہمت و قدم را بمحض
عنایت قدمی روزی گرداند نا ہر چہ گونہ کہ باشد
از مضیق حبس خودی نجات یافتہ متوجہ آستان
بوسی توانم شد۔
والسلام

ترجمہ

عرض ہے کہ آپ کی چوکھٹ کو بوسہ دینے کا
بہت شوق اور آرزو ہے۔ اگر چہ اپنے آپ
سے کہتا ہوں کہ یہ کام وسائل کا ہے، پتہ نہیں
کب تکمیل کو پہنچے لیکن خواہش یہ ہے کہ اپنے
آپ کو آپ کے آستان پر دیکھوں۔ حق سبحانہٗ
وتعالیٰ کی بے انتہا مہربانی سے، جو اس بے بال و
پر اور بے ہمت پر ہے، یہ امید رکھتا ہوں کہ محض
اپنی عنایت سے کسی روز پہنچا دے تا کہ تنگیٔ حبس
سے نجات حاصل کر کے آپ کے آستان کو
بوسہ دینے کی طرف توجہ حاصل کر سکوں۔

والسلام

ان ملاقاتوں اور خط و کتابت کے ذریعہ رابطہ کے ساتھ ساتھ حصول فیض کا اصل ذریعہ نسبت اویسیہ تھی جو ملاقاتوں اور ظاہری روابط کی محتاج نہیں۔ یہ نسبت جب ایک مرتبہ نصیب ہو جائے تو حصول فیض میں عدم ملاقات سے بشرط عقیدت کوئی انقطاع واقع نہیں ہوتا۔ حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ نے مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کی جو روحانی اور فکری تربیت فرمائی، اس کا اندازہ صرف اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپؒ نے اپنے شیخ کے حوالے سے طریقت کے جو اصول و مبادی مدون فرمائے، وہ اگر چہ 'نفحات الانس' کے چند صفحات پر محیط ہیں لیکن ان میں طریقت ومعرفت کے وہ سمندر پنہاں ہیں کہ ان میں غوطہ زنی کے لئے عمریں درکار ہیں۔

حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ سے مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کی بے پناہ عقیدت آپؒ کی شاعری میں جا بجا نظر آتی ہے۔ آپؒ نے ان کے لئے ''استاذ'' اور ''مخدوم'' کے القاب استعمال کئے ہیں۔ تحفۃ الاحرارؒ کا انتساب ہی حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ کے نام پر ہے۔ آپؒ نے اس میں حضرت خواجہؒ سے اپنی ملاقاتوں اور ان میں طے کردہ مراحل سلوک کا ذکر کیا ہے۔ یہ نظم شیخ کے ساتھ محبت و ارادت کی ایک وجدانی کیفیت میں لکھی گئی ہے۔

حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ اس مثنوی کے آغاز میں سلسلۂ نقشبندیہ سے اپنی وابستگی کا بڑے واشگاف الفاظ میں

اظہار کرتے ہیں اور اس سلسلہ کے بانی خواجہ بہاؤالدین نقشبندؒ کی مدح ومنقبت بیان کرتے ہیں۔

سکہ کہ دریثرب وبطحازدند — نوبت آخر بہ بخارازدند
ازخط آن سکہ نشد بہرہ مند — جزدل بی نقش شہ نقشبندؒ

وہ سکہ جس کا ٹکسال یثرب و بطحا میں ہے
آخر کار وہ اب بخارا سے جاری ہوتا ہے۔اس
سکے کی سند کوئی نہیں سوائے اس دل کے جس
پر شہ نقشبند کا نقش ہو۔

آخر میں اپنے شیخ حضرت خواجہ ناصر الدین احرارؒ کے تذکرہ کے ساتھ اپنی اس نظم کا اختتام کرتے ہیں۔

زدبجہاں نوبت شاہنشہی — کوکبہ فکر عبیداللہی
آنکہ زحریت فقرآگہست — خواجہ احرار عبیداللہست

دنیا میں شاہنشاہی کا ڈنکا بجایا فکر عبیداللہ کے
ستارے نے
وہ جو حریت فقر سے آگاہ ہے وہ خواجہ احرار
عبیداللہ ہے

حضرت خواجہ عبیداللہ احرارؒ کے وصال پر آپؒ نے سات بندوں پر مشتمل ایک مرثیہ کہا جس کا ہر لفظ شیخ سے گہری عقیدت میں ڈوبا ہوا ہے۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ خلوت وجلوت میں اپنے شیخ کا اس قدر تذکرہ فرماتے کہ آپؒ کے کمسن صاحبزادے ضیاؤالدین یوسف کے ننھے سے دل میں بھی حضرت خواجہؒ کی شخصیت نقش تھی۔ پانچ سال کی عمر میں انہیں آپؒ کا ایک خادم کندھے پر بٹھا کر مجلس میں لایا تو صاحبزادہ نے معصومانہ انداز میں بے ساختہ اس حسرت کا اظہار کیا:

"بابا' میں نے خواجہؒ کو نہیں دیکھا۔"

آپؒ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا:

"تم نے حضرت خواجہؒ کو دیکھا تھا لیکن تمہیں یاد نہیں' تم اس وقت بہت چھوٹے تھے۔"

ماہنامہ المرشد میں اشتہار دینے کے خواہشمند متوجہ ہوں

جو حضرات اپنے یا اپنی کمپنی کے لیے ماہنامہ المرشد میں اشتہار شائع کروانا چاہتے ہیں وہ سرکولیشن مینجر ماہنامہ المرشد لاہور سے رابطہ کریں۔

دفتر: ماہنامہ المرشد۔ 17 اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ

قارئین المرشد سے

التماس ہے کہ المرشد کے بارے میں اپنی آراء سے مستفیض فرمائیں اور اس کو زیادہ مفید اور معتبر بنانے کے لئے اپنی تجاویز سے نوازیں۔

نیز یہ بھی گزارش ہے کہ اہل حضرات اپنے مضامین بھجوائیں جو ساتھیوں کی رہنمائی اور نئے قارئین کے لیے نفس کی اصلاح کا سبب بن سکیں۔ یا ایسے واقعات وتجربات تحریر فرمائیں جو سبق آموز ہوں۔

(مدیر ماہنامہ المرشد)

سورۃ بقرہ

مسائل السلوک من کلام ملک الملوک پر

شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کا بیان

دینی معیار اطاعت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام:

سورۃ بقرہ میں اگلی آیۃ کریمہ ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَسْتَحْیٖ (۲۶) اللہ تعالیٰ تونہیں شرماتے اس بات سے کہ بیان کر دیں کوئی مثال بھی خواہ مچھر کی ہو یا اس سے بھی بڑھی ہوئی اس میں اصل ہے کہ صوفیاء مثالیں لانے اور مثالیں بیان کرنے میں حیاء عرفی کی پروانہیں کرتے یعنی صوفیا مثال دے کر بات سمجھا دیتے ہیں لیکن دنیاوی اعتبار سے لوگ جن چیزوں کو باعث شرم سمجھتے ہیں وہ اس کی پرواہ نہیں کرتے دین میں لوگوں کے بنائے ہوئے دنیاوی معیار کام نہیں آتے دینی معیار اطاعت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے دنیا میں تو ہم سوچتے ہیں کہ یہ بات کریں گے تو لوگ کہیں گے کہ فلاں کا بیٹا ہے فلاں خاندان سے ہے اور اُس کو ایسی بات نہیں کرنی چاہیے تھی دین میں یہ نہیں ہوتا اور صوفی اس کی پروانہیں کرتے وہ اسی طرح کی مثال پیش کر دیتے ہیں جسے دنیادار تو شاید باعث شرم سمجھتے ہوں لیکن انہیں اطاعت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اللہ کی اطاعت سے کام ہے صوفیاء دنیاداروں کے بنائے ہوئے معیار کی پرواہ نہیں کرتے۔

مدار خلافت علم وفہم اور ادراک ہے

اگلی آیت کریمہ ہے وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (۳۸) جب اللہ نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانا چاہتا ہوں تو انہوں نے نے کہا کہ یا اللہ یہ ایک نئی مخلوق زمین پر خون ریزی کرے گی فساد کرے گی اور آپ کی عبادت اور آپ کی تسبیح وتہلیل تو ہم ہمہ وقت کرتے ہیں تسبیح وتہلیل کے لئے تو ہم کافی ہیں کہ ہمہ وقت آپ کی تعریف کررہے ہیں تو اللہ کریم نے بڑا عجیب سا جواب دیا فرمایا وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا (۳۱) آدم علیہ السلام کو ایسا فہم وادراک دے دیا کہ ہر چیز کی خصوصیات اور اس کے بارے معلومات اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کے قلب میں القا کر دیں مفسرین کرام یہاں لکھتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کو دنیا کی ہر چیز کی خصوصیات اور اس کے اثرات اور اسکی تاثیر اور اسکے بارے جو تمام معلومات تھیں اُس سے انہیں آگاہ فرما دیا اور پھر فرشتوں کو حکم دیا کہ بتاؤ اگر تم جانتے ہو کہ یہ چیزیں کیا ہیں؟ فرشتوں نے کہا: اس سے زیادہ ہم نہیں جانتے کہ ہمیں تو وہی کچھ پتہ ہے جو آپ نے ہمیں بتا دیا ہے ان کے بارے تو ہمیں کوئی علم نہیں پھر آدم علیہ السلام کو حکم فرمایا تو انہوں نے بیان کر دیں حضرت تھانویؒ یہاں یہ مسئلہ اخذ کرتے ہیں کہ یہ دلیل ہے کہ مدار خلافت علم وفہم ہے یعنی صوفیاء جس کو صاحب مجاز یا خلیفہ نامزد کرتے ہیں تو اُس کا مدار اُس کے فہم وادراک پر ہوتا ہے کہ وہ چیزوں کو کس حد تک سمجھتا ہے ایک آدمی بہت نیک ہو لیکن وہ حالات کو اور چیزوں کو نہ سمجھتا ہو تو اسے صاحب مجاز نہیں بناتے اس کے لئے دو باتیں ضروری ہیں آدم علیہ السلام میں دونوں باتیں تھیں ایک تو اللہ کے نبیؑ تھے روحانی

استعداد درجہ نبوت کی تھی اور اُس کے ساتھ اشیاء کے بارے ان کا فہم وادراک جو تھا وہ بہت بلند تھا اس لئے اللہ نے ان کو خلیفہ فی الارض بنایا زمین میں اپنا خلیفہ بنایا تو سلاسل تصوف میں صوفیاء جن لوگوں کو صاحب مجاز بناتے ہیں وہ بھی فہم وادراک کی بناپر بناتے ہیں کیونکہ مجاہدے میں، ذکر واذکار میں، مراقبات میں تو سب ہی طالب ہوتے ہیں سب محنت کرتے ہیں لیکن سارے طالب چیزوں کو سمجھنے کی استعداد نہیں رکھتے کئی مرتبہ پہلے بھی حضرت قاضی صاحب کا ذکر ہوا وہ ورع وتقویٰ میں اپنی مثال آپ تھے وہ اس زمانے میں متقدمین کی یادگار تھے اور ایسے لوگ ہم نے صرف کتابوں میں پڑھے ہیں یا قاضی صاحب کو دیکھا ہے آپ جب حج پر گئے تھے اُس وقت بحری جہاز ایک مہینہ لیتا تھا کراچی سے جدہ جاتے ہوئے ایک مہینہ فاقے سے رہے کچھ نہیں کھایا واپس آئے تو حضرتؒ سے یہ بیان کیا واپسی پر بھی ایک مہینہ لگا تو عرض کی کہ حضرت میں تو مہینہ بھر بھوکا رہا میں نے کچھ کھانا نہیں کھایا انہوں نے فرمایا کہ آپ نے کھانا کیوں نہیں کھایا انہوں نے عرض کہ وہ کھانا جو تھا وہ حلال نہیں تھا۔ میں جب دیکھتا تھا وہ صحیح نہیں تھا اس لیے میں نے نہیں کھایا تو ایسے لوگ اب یہاں کتابوں میں ملتے ہیں ہم نے زندگی میں کوئی نہیں دیکھا سوائے ان کے لیکن اس کے باوجود انہیں صاحب مجاز نہیں بنایا گیا سادہ آدمی تھے حالات کو نہیں سمجھتے تھے وہ صاحب مجاز تو نہیں تھے اور من جانب اللہ ایسے لوگوں کو مناصب بھی نہیں ملتے یہ بڑی عجیب بات ہے حالانکہ ان کے منازل بہت بلند تھے مشاہدات بہت تیز تھے اور بہت عابد وزاہد تھے لیکن صاحب مجاز نہیں بنائے گئے اللہ کریم تو قادر تھا فرشتوں سے فرمادیتا کہ جو اہلیت انسان میں ہے تم میں نہیں لیکن اللہ کریم نے فرشتوں کو فرمایا جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ اور پھر فرشتوں کو دکھا بھی دیا کہ جو فہم و ادراک انسان میں ہے وہ ان میں نہیں ہے۔

غیر مباح کے ارتکاب کے خوف سے مباحات سے منع کرنے کی اصل:

وَلَاتَقْرَبَاهٰذِهِ الشَّجَرَةَ (۳۵) یہ خطاب ہے حضرت آدم اور حضرت حوا علیہ السلام دونوں کو دلائل السلوک میں بھی یہ گزر چکا ہے کہ یہ وحی تشریعی نہیں ہے جس وحی سے شریعت ثابت ہوتی ہے یہ وہ وحی نہیں ہے یہ الہام والقاء ہے وحی تشریعی صرف نبی پر ہوتی ہے یہ خطاب دونوں کو ہے حالانکہ اماں حوا نبی نہیں تھیں اس سے ثابت ہے کہ یہ حکم القاوالہام ہے کہ اس درخت کے قریب مت جائیے۔ نہ تو وہ درخت شرعاً حرام نہ یہ حکم وحی تشریعی ہے جو یہ حرام ہوگیا یہ تو بس ایک قید لگادی گئی تھی کہ اس کا پھل نہ کھانا اُس کی ہزاروں مصلحتیں ہوں گی اسی طرح فرماتے ہیں مشائخ بھی بعض امور اگرچہ جائز ہوتے ہیں لیکن ان سے روک دیتے ہیں کہ یہ کام آپ نہیں کریں گے اب تو وقت ہی بدل گیا ہم میں وہ اہلیت وہ استعداد ہی نہیں جو ہمارے مشائخ میں تھی اور نہ اب وہ طالب اُس درجے کے ہیں جو طلب ہم میں تھی ہم پر بھی کچھ عام پابندیاں حضرتؒ لگایا کرتے تھے کہ بازار سے چیز نہیں کھائیں گے بلکہ پابندی یہاں تک ہوتی تھی کہ نماز باجماعت ادا کرو فرائض لوگوں کے ساتھ مل کر ادا کرو لیکن باقی سنت نوافل لوگوں سے الگ کسی کونے میں پڑھو لوگوں کے ساتھ کھڑے نہ ہوا کرو اس حد تک پابندی ہوتی تھی اب تو لوگ موج کرتے ہیں میرا خیال ہے ان

پابندیوں کو اُٹھانے کے اہل بھی نہیں ہیں اس طرح کی پابندیاں ہوں تو لوگ شاید اللہ اللہ کرنا ہی چھوڑ دیں تو فرماتے ہیں کہ اس میں یہ دلیل ہے کہ بعض مباحات سے بھی مشائخ سلسلہ روک دیتے ہیں اور وہ طالب کی بہتری کے لئے ہوتا ہے۔

کاملین بھی لغزش سے مامون نہیں

آیہ کریمہ ہے فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا (۴) فرمایا شیطان نے انھیں لغزش دے دی فرمایا اس میں دلیل ہے اس بات کی کہ کاملین بھی لغزش سے مامون نہیں ہیں ان سے بھی لغزش ہوسکتی ہے۔ یہ دو چیزیں ہوتی ہیں ایک ہوتا ہے صدور ذنب اور ایک ہوتا ہے اصرار علی الذنب یعنی خطا کا ہو جانا ایک بات ہے دوسری بات ہے اُس خطا کو عادت بنا لینا اُس گناہ کو عادت بنا لینا تو یہ جو اصرار علی الذنب ہے یہ منافی ولایت ہے گناہ کو عادت بنا لینے سے ولایت باقی نہیں رہتی صدور ذنب کسی سے بھی ہوسکتا ہے غلطی کسی سے بھی ہوسکتی ہے کاملین سے بھی ہوسکتی ہے لیکن اُس پر توبہ کی جائے اور اس سے باز آیا جائے تو اللہ معاف فرما دیتے ہیں لیکن اگر اسے دہرایا جائے اُسے بار بار کیا جائے تو پھر وہ جو کمالات باطنی ہیں یا ولایت الٰہیہ ہے وہ باقی نہیں رہتی لیکن ایک بات اُس کے باوجود ہوتی ہے کہ کاملین اس طرح کا گناہ نہیں کرتے جو انھیں کفر میں مبتلا کر دے لغزش ہوسکتی ہے۔ ایسا گناہ کہ جو مفضی الی الکفر ہو اس کے قریب نہیں جاتے یعنی آدم علیہ السلام کامل تھے لغزش ہوئی لیکن وہ پھل کھانا کوئی کفر نہیں تھا مباحات میں سے تھا باقی جنت کے پھلوں کی طرح وہ بھی حلال تھا جنت میں تو کوئی حرام چیزیں نہیں ہیں اگر اللہ نے جنت میں رکھا تو جنت میں جو چیزیں تھیں ساری حلال تھیں اور جنت میں تو حلال حرام کا سوال پیدا نہیں ہوتا ایک حلال اور مباح چیز سے روک دیا اسی طرح مشائخ بعض جائز کاموں سے بھی روک دیتے ہیں کہ یہ کام نہیں کیجئے گا جیسے میں نے عرض کیا کہ بازار سے کھانا نہیں کھائیے گا بازار سے کھانا کھانا کوئی شرعاً حرام تو نہیں ہے بشرطیکہ وہ ناپاک نہ ہو یا حرام نہ ہو وہ اس کھانے کی خصوصیت ہوگی حلال ہو وہ بازار میں ہو یا گھر میں ہو لیکن مشائخ اُس سے روک دیتے ہیں اسی طرح آدم علیہ السلام کو ایک آزمائش میں ڈال کر روک دیا گیا تو ان سے لغزش ہوئی وہ گناہ نہیں تھا کفر نہیں تھا تو فرمایا کاملین ایسی حرکت نہیں کرتے جو مفضی الی الکفر ہو غلطی ہونا انسانی کمزوری ہے اور فرماتے ہیں یہی وجہ ہے کہ انھیں توبہ کے ایسے درجے کی توفیق ہوئی جو دوسروں کو نہیں ہوئی یعنی آدم علیہ السلام سے اگر لغزش ہوئی تو انہوں نے اس درجہ کی توبہ کی کہ جو مثالی ہے اور دوسروں کو نصیب نہیں صحابہ کرام بڑے عجیب لوگ تھے اور واقعی انھیں ایسا ہی ہونا چاہیے تھا جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی رفاقت کے لئے پیدا فرمایا تھا بڑے عجیب لوگ تھے ایک صحابیؓ سے غلطی ہوگئی اُس پر حد جاری ہوئی سنگسار کر دیا گیا پتھروں سے مار مار کر مار دیا گیا نبی کریم ﷺ کا گزر ہوا تو کچھ لوگ پتھر پھینک رہے تھے حضرت خالد سیف اللہ حضور ﷺ کے ہم رکاب تھے کسی نے پتھر پھینکا لاش سے چھینٹے اُڑے کوئی ہلکی سی چھینٹ حضرت خالدؓ کے دامن پر پڑ گئی اور انہوں نے بڑی نفرت کا اظہار کیا کہ اس کا خون میرے لباس پر لگ گیا ہے تو حضور اکرم ﷺ نے حضرت خالدؓ سے فرمایا دیکھو اس شخص سے نفرت کا اظہار نہ کرنا اس شخص نے وہ توبہ کی ہے کہ اگر یہ میری ساری

اُمت پر تقسیم کر دی جائے تو اللہ سب کو بخش دے یعنی کاملین سے لغزش کا ہو جانا بعض اوقات ان کی ترقی درجات کا سبب بن جاتا ہے اس درجے کی توبہ کرتے ہیں جو دوسرے کو نصیب نہیں ہوتی حضرت امیر معاویہؓ کے حالات میں ملتا ہے کہ کسی نے ان کا دروازہ کھٹکھٹایا بڑی عجیب بات تھی کہ اتنے بڑے سلطان کا دروازہ کون کھٹکھٹائے گا سو رہے تھے دروازے پر دستک ہوئی آنکھ کھل گئی پوچھا کون؟ اُس نے کہا ابلیس ہوں فرمایا بے ایمان تو کیوں مجھے پریشان کرنے آ گیا؟ اس نے کہا میں آپ کو جگانا چاہتا ہوں آپ کی نماز باجماعت رہ جائے گی آپ نے فرمایا تو کب سے اتنا شریف ہو گیا کہ لوگوں کو نماز کے لئے جگاتا پھرتا ہے اُس نے کہا شرافت اور میرا تو جوڑ ہی نہیں بات یہ ہے کہ ایک روز پہلے آپ کی ایک نماز باجماعت رہ گئی تھی اور آپ اتنا روئے تھے کہ میں نے کہا کہ یہ نماز باجماعت رہ جانے کا جو گناہ ہے وہ کم ہے اور جتنا یہ شخص رو رہا ہے اس نے تو کئی گنا زیادہ ثواب کما لیا آج پھر ایسا ہونے لگا تو میں نے کہا آپ کو جگا دوں تا کہ اپنی نماز ہی پڑھ لیں اور پھر اس طرح توبہ نہ کریں کہ اُس سے آپ کو زیادہ ثواب مل جائے۔

کل میرے پاس ایک ساتھی تشریف لائے تھے ان کی شکایت یہی تھی کہ جی شیطان تنگ کرتا ہے اور شیطان کا کوئی علاج بتائیں ساتھ فرمانے لگے کہ مجھے زیارت نبوی ﷺ کا بڑا شوق ہے میں نے کہا میرے بھائی جو بندہ کلمہ پڑھتا ہے ان میں سے کون ایسا ہے جسے زیارت نبوی ﷺ کا شوق نہیں ہے کوئی مسلمان مرد عورت ایسا ہے؟ لیکن ہر شئے کے حصول کا ایک طریقہ ہے اور وہ طریقہ یہاں تو رات دن جاری ہے آپ بھی ڈٹ جائیں سال بیٹھے رہیں اللہ روزی دیتا رہے گا زیارت نصیب ہو جائے گی تو چلے جائیں اب آپ کہتے ہیں مجھے شوق بھی بڑا ہے اور آپ کے پاس فرصت بھی نہیں ہے یہ کیسا شوق ہے جس کے لئے آپ کے پاس فرصت ہی نہیں؟ رہی بات شیطان کے تنگ کرنے کی تو میں نے اُن سے پوچھا کہ آپ نے کلمہ پڑھا ہے کہنے لگے الحمد اللہ میں نے کہا کہ کلمہ پڑھنے کا اور شیطان سے ڈرنے کا کوئی جوڑ نہیں ہے یہ دو باتیں اکٹھی نہیں ہو سکتی زبانی کلمہ ادا کر دینا اور بات ہے اور دل سے اُس کو مان لینا اور بات جو کلمے پر دل سے یقین کر لیتا ہے اس سے اللہ کریم نے دو باتیں ارشاد فرمائی ہیں ایک تو شیطان سے وعدہ کیا ہے کرتے ہوئے فرمایا ہے **اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطَانٌ** (۴۲) جو میرے ہو جائیں گے ان پر تیرا بس نہیں چلے گا شیطان کو پہلے ہی اللہ نے بتا دیا ہے کہ تو زور لگا لے اور پھر شیطان کا قول بھی قرآن میں ملتا ہے کہ میں کسی کو نہیں چھوڑوں گا ہاں تیرے بندوں پر میرا بس نہیں چلے گا دوسرا اللہ کا وعدہ ہے کہ ایمان والوں کا اللہ دوست ہے شیطان سے وعدہ کیا کہ میرے بندوں پر تیرا بس نہیں چلے گا جو ایمان لایا اس سے وعدہ کیا میں تیرا دوست ہوں تیرا ولی ہوں تیرے ساتھ ہوں یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ کلمہ پڑھنے کے بعد شیطان سے ڈرنے کی کیا بات ہے؟ ہاں اپنے آپ سے ڈرنا چاہیے شیطان وہیں غالب آتا ہے جہاں ہم اللہ کی دوستی کا حق ادا کرنا بھول جاتے ہیں تو میں نے کہا اپنے سے ڈرو اپنے اندر تلاش کرو کہ یہ کلمہ جو میں زبان سے پڑھتا

ہے ہوں یہ میرا دل مانتا ہے؟ اگر دل مانتا ہے تو پھر شیطان تم سے ڈرے گا اسے تمہاری فکر ہوگی کہ یہ شخص میرا کاروبار تباہ کر دے گا میرے لوگوں کو پریشان کرے گا ایک ایک ولی اللہ نے کفرستان پہ انقلاب بپا کر دیا ہندوستان کی سرزمین ہی دیکھ لیجیے حضرت علی ہجویریؒ معین الدین چشتی، شیخ احمد سرہندیؒ جہاں جہاں اللہ کا کوئی ایک بندہ پہنچا وہاں اگر سارا ہی کفر تھا تو سارا نہیں بدلا لیکن انہوں نے بہت مخلوق تک ہدایت پہنچائی اور اسلام نافذ کیا ان کے سبب سے شیطان کا کاروبار تباہ ہوا ان سے تو شیطان ڈرتا ہے بہر حال یہ بات ضمناً درمیان میں آ گئی

وفا کے مراتب

وَاَوْفُوْبِعَھْدِیْ اُوْفِ بِعَھْدِکُمْ (۴۰) البقرہ

تم میرے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا کرو میں نے جو وعدہ تمہارے ساتھ کیا ہے پورا کروں گا۔ وَاَوْفُوْبِعَھْدِیْ اُوْفِ بِعَھْدِکُمْ فرماتے ہیں مراتب وفا میں نہایت وسعت ہے یعنی کون سا وعدہ ہم نے وفا کرنا ہے یہ بڑا وسیع مضمون ہے جس میں سے سب سے اول کلمہ شہادت ہے اب وہی بات آ گئی کہ جب ہم کہتے ہیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو یہ ایک عہد ہے جس میں ہم کہتے ہیں کہ اے اللہ میری ساری حاجات تیرے ساتھ وابستہ ہیں میری ساری عاجزی تیرے لئے مختص ہے اور پھر کہتے ہیں محمد رسول اللہ یعنی ہم حضور کو اللہ کا رسول مانتے ہیں یعنی کلمہ پڑھنے سے لے کر مرنے تک میں جو کچھ کروں گا محمد رسول اللہ ﷺ سے پوچھ کر کروں گا۔۔۔ یہ محمد رسول اللہ ﷺ کہنے کا معنی ہے تو فرماتے ہیں سب سے اول تو یہ وعدہ ہے کوئی اسے پورا کرے تو اللہ کا وعدہ ہے اُس پر رحم کرنے کا اسے بخشنے کا اسے اعلیٰ درجات دینے کا وہ اپنا وعدہ پورا فرمائے گا ہماری جانب سے اول مرتبہ کلمہ شہادت ہے حق تعالی کی طرف سے جان و مال کی حفاظت ہے اور آخر مرتبہ میں ہماری طرف فنا ہے یہاں تک کہ فنا سے بھی فنا ہو جائے حق اللہ تعالی کی طرف سے اسماء وصفات کے انوار سے آراستہ کر دینا ہے بندے کی طرف سے وعدہ وفا کی ابتداء تو یہ ہے کہ کلمہ پڑھا ہے اس کا حق ادا کرے وعدہ وفا کرے اللہ تعالی کی طرف سے وعدہ پورا کرنا یہ ہے کہ اس کی جان مال آبرو ہر شے کی حفاظت فرمائے یہ ابتداء ہے کمال یہ ہے کہ بندہ فنا الفنا میں چلا جائے اور اللہ کا احسان یہ ہے کہ اپنے انوارات سے اس کو آراستہ کر دے صفات و اسماء کے انوارات سے اسے روشن کر دے پس وفا کی تفسیر میں جو آثار مختلف آئے ہیں وہ با اعتبار مراتب متوسطہ کے ہیں اور بکثرت ہیں اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اول مرتبہ ہماری طرف سے توحید افعال ہے اور اوسط توحید صفات اور آخر توحید ذات ہے حق تعالی کی طرف سے معارف واخلاق ہیں جو ہر مرتبہ میں مناسب اس مرتبہ کے سالک پر فائز کئے جاتے ہیں فرماتے ہیں مشائخ نے اس کی وجہ درجہ بندی کی ہے اول یہ توحید مطلب ہے دوئم افعال جو ہیں وہ توحید مطلب کے ہوں اور تیسرا حصول توحید مطلب ہے اور اسی کے مطابق انوارارات وتجلیات عطا کرنا یہ اللہ کریم کا وعدہ ہے اور وہ پورا فرماتا ہے۔

معیت باری کے حصول کا سبب:

اگلی آیہ کریمہ ہے وَاسْتَعِینُو بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃ یعنی مدد لو صلوٰۃ سے اور صبر سے فرمایا یہ صبر اور صلوٰۃ دو ایسی چیزیں ہیں کہ صبر شہوات کو توڑتا ہے خواہشات دنیا سے روکتا ہے ہمارے ہاں تو ایک معنی اس کا غلط العام مشہور ہو گیا ہے کہ کسی کا نقصان ہو جائے اُس پر وہ شور نہ کرے تو کہتے ہیں اس نے صبر کیا حالانکہ خواہشات نفس پر قابو پانے کا نام صبر ہے صبر کا حقیقی معنی عربی میں یہ ہے جیسے آپ گھوڑا بھگا رہے ہیں تو ایکدم لگام کھینچ کر اُسے روک لیتے ہیں اس روکنے کو صبر کہتے ہیں خواہشات نفس کو روک لینے کا لگام ڈال لینے کا خلاف شریعت کام کرنے کی جو خواہش پیدا ہوتی ہے اسے روک لینے کا نام صبر ہے تو فرمایا جب صبر کرو گے نفس میں خواہشات پیدا ہونگی شیطان کوشش کرے گا تم کہو گے ایسا نہیں کرنا اللہ کے حکم کے خلاف ہے محنت کرو گے اللہ تمہیں وہ توفیق عمل دے دے گا لیکن تم چاہو گے۔ کوشش کرو گے تو وہ عطا کرے گا دوسرا صلوٰۃ قرب الٰہی کا بہترین ذریعہ ہے یعنی آدمی اللہ کے سب سے قریب اُس وقت ہوتا ہے جب وہ صلوٰۃ میں سجدے میں جاتا ہے اور سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہتا ہے تو حضورﷺ نے فرمایا "اِنَّهٗ یُنَاجِیْ رَبَّهٗ" اَوْ کَمَاقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہﷺ یہ اپنے رب سے سرگوشیاں کر رہا ہے اللہ سے ذاتی طور پر بات کر رہا ہے تو یہ سبب ہے تجلیات باری کے حصول کا معیت باری کے حصول کا فرمایا یہ دو نسخے تجویز فرمائے اللہ نے وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃ مدد لو صبر سے اور صلوٰۃ سے۔

خشوع سبب ہے سہولت نماز کا:

اگلی آیہ کریم ہے وَاِنَّهَا لَکَبِیْرَۃٌ' اِلَّا عَلَی الْخٰشِعِیْنَ ○ اَلَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ○ فرمایا صلوٰۃ بے شک مشکل لگتی ہے دن میں پانچ مرتبہ وضو کرنا اہتمام کرنا وقت نکالنا رکوع و سجود کرنا یہ بڑا مشکل کام ہے بہت سی رکعتیں ہیں صبح سے شام تک ایک مسلسل عمل ہے فرمایا اِنَّهَا لَکَبِیْرَۃٌ" یہ بہت مشکل کام ہے لیکن اُن کے لئے مشکل نہیں ہے جن کے دلوں میں خشوع ہے اور جنھیں یہ یقین ہے کہ انھوں نے اللہ کے حضور حاضر ہونا ہے یعنی جب یہ یقین ہو جائے کہ مجھے اللہ کے روبرو پیش ہونا ہے اور دل میں خلوص آجائے تو پھر وہ مشکل نہیں رہتی فرماتے ہیں کہ یہ آیت دلیل ہے اس پر کہ خشوع سبب ہے سہولت صلوٰۃ کا خشوع دل کا فعل ہے اور یہی وہ موضوع ہے جس پر صوفی محنت کرتے ہیں کہ دل میں خشوع و خضوع ہو اور خلوص آجائے یہ سبب ہے سہولت اتباع شریعت کا جب دل میں خلوص آجائے تو شریعت پر عمل آسان لگنے لگ جاتا ہے اور آگے جو فرمایا اَلَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ کہ انھیں اللہ کے حضور پیش ہونا ہے ا

استحضار سبب ہے حصول خشوع کا:

پہلے فرمایا کہ صلوٰۃ کی آسانی کا سبب خشوع ہے آگے لقائے الٰہی کی بات کی کہ استحضار جو ہے یعنی اللہ کے حضور پیش ہونا یہ حصول خشوع کا سبب ہے جیسے حدیث احسان میں ہیاَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ کَاَنَّکَ تَرَاهُ ۔ اللہ کی عبادت ایسے کر جیسے تو اللہ کو روبرو دیکھ رہا ہے اللہ کی ذات کا ہر وقت اپنے پاس موجود ہونے کا یقین ہونا فرمایا یہ خشوع پیدا کرتا ہے اور خشوع شریعت پر عمل کرنے میں آسانی پیدا کرتا ہے

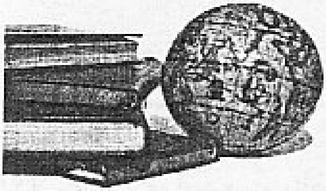

علوم جدیدہ اور دینیہ کا حسین امتزاج اقبال کے شاہینوں کا مسکن راولپنڈی بورڈ اور
پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن سے الحاق مسلسل دس سال راولپنڈی بورڈ سے
پوزیشن لینے والا واحد ادارہ

ہاسٹل کی سہولت موجود ہے

صقارہ سائنس کالج

داخلہ جاری ہے

پری کیڈٹ تا ایف ایس سی
(پری میڈیکل، پری انجینئرنگ)

داخلہ ایف ایس سی پارٹ 1

پری کیڈٹ اور آٹھویں جماعت

طلباء کی کردار سازی کے ساتھ ساتھ
چار گھنٹے رات ساڑھے دس بجے تک
قابل اساتذہ کی نگرانی میں کوچنگ کا اہتمام

ہاسٹل کی سہولت بہترین موسم
(صحت افزاء مقام)

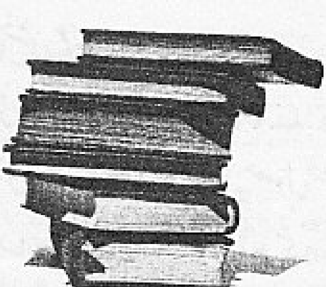

شاندار مستقبل کیلئے نادر موقع

پرنسپل حاجی محمد خان ایم اے اسلامیات، ایم اے عربی، ایم ایڈ (ریٹائرڈ ایگزیکٹو آفیسر محکمہ تعلیم گورنمنٹ آف پنجاب)
مزید معلومات کیلئے براہ راست رابطہ کریں

صقارہ سائنس کالج دار العرفان منارہ ڈاکخانہ نور پور ضلع چکوال۔ فون نمبر: 0543-562222, 562200
For Feed Back: siqariah@siqarahedu.com, principal@siqarahedu.com
viceprincipal@siqarahedu.com Visit at: www.siqarahedu.com

فیض الرحمٰن اسلام آباد

فنا فی الرسول کا عملی نمونہ

آخری قسط

آپ کا یہی برتاؤ تھا (بہشتی زیور)

مُتفرق امور

استعمال چیزوں کا نام رکھنا

آنحضرت ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ اپنے جانوروں ہتھیاروں اور گھر کی اشیاء کا کچھ نام تجویز فرمادیتے تھے آپکے جھنڈے کا نام عقاب اور جوتلوار جنگ میں استعمال فرماتے تھے اس کا نام ذوالفقار تھا آنحضرت ﷺ چمڑے کا منطقہ (پیٹی) استعمال فرماتے تھے جس میں تین کڑے چاندی کے لگے ہوئے تھے آپکی کمان کا نام کتوم اور ترکش کا نام کافور تھا آپکی ناقہ کا نام قصویٰ تھا آپکے خچر کو دُلدل اور جس بکری کا دودھ نوش فرماتے تھے" اُس کو عینہ کہا جاتا تھا (آداب النبی ﷺ از مفتی محمد شفیع رحمتہ اللہ علیہ)

امام احمد اور حاکم نے بسند صحیح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے جب آپکو اہل بیت میں سے کسی کی نسبت یہ اطلاع ہوتی کہ اُس نے ایک دفعہ بھی جھوٹ بولا ہے تو آپ ﷺ برابر اُس سے رنجیدہ اور ناراض رہتے یہاں تک کہ وہ توبہ کرلیتا اور جب توبہ کرلیتا تو آپ ﷺ اُس سے راضی ہوجاتے وجہ یہ تھی کہ جھوٹ چونکہ اسلام میں ایک بڑا گناہ ہے اور گناہ گار سے بغض رکھنا لازم ہے اس لئے آپ ایسے شخص سے اعراض فرماتے تھے اور سب گناہ گاروں سے

حالت جنابت میں:

ابوداؤد و نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بسند صحیح روایت کی ہے جب آپ ﷺ جنابت میں (بغیر غسل کئے) سونے کا قصد فرماتے تھے تو وضو فرمالیتے تھے (پھر سوتے) جب ایسی حالت میں کھانے پینے کا قصد فرماتے تھے تو فقط دونوں ہاتھ (گٹوں تک) دھولیتے تھے اور پھر کھاتے پیتے تھے حیض اور نفاس والی عورت کے لئے بھی یہی حکم ہے (بہشتی زیور)

جنازہ اور دفن کے وقت:

1۔ ابن المبارک رضی اللہ عنہ اور ابن سعد رضی اللہ عنہ نے مرسلاً روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب کسی جنازہ میں شرکت فرماتے تھے تو بہت خاموشی اختیار فرماتے تھے اور اپنے دل میں موت کے متعلق غور و فکر فرماتے تھے (بہشتی زیور)

2۔ ابوداؤد رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے جناب رسول اللہ ﷺ جب مردہ کے دفن سے فارغ ہوتے تھے تو قبر پر کچھ دیر ٹھہرتے تھے اور آپ ﷺ کے ہمراہی بھی ٹھہر جاتے اور آپ ﷺ فرماتے تھے کہ اپنے مردہ بھائی کے لئے

اللہ تعالی سے مغفرت طلب کرو اور اس کے ثابت قدم رہنے کے لئے دعا کرو اس لئے کہ اس وقت اُس سے سوال کیا جاتا ہے (یعنی منکر نکیر کے سوال کا وقت ہے) اس لئے جواب میں ثابت قدم رہنے کی اور درست جواب دینے کی دعا کرو تا کہ مردے کو پریشانی نہ ہو (بہشتی زیور)

مجلس سے رخصت کے وقت

1۔ ابن السنی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول ﷺ جب کسی مجلس میں بیٹھتے تھے اور بات چیت فرماتے تھے جب وہاں سے اُس اٹھنے کا قصد فرماتے تھے تو استغفار پڑھتے تھے دس لیکر پندرہ بارہ تک (بہشتی زیور)

2۔ ابوداؤد نے حضرت عبداللہ بن سلام سے بسند حسن روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب بیٹھتے تھے اور باتیں کرتے تھے تو کثرت سے آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتے تھے (بوجہ محبت عالم بالا نیز اس وجہ سے کہ آسمانوں میں قدرت کے عجائب وغرائب نظر آتے ہیں جو عبرت کے اسباب ہیں) (بہشتی زیور)

خوشی، غمی اور پریشانی کے وقت

1۔ حاکم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے بسند حسن روایت کی ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کو کوئی خوشی پیش آتی تھی تو فرماتے تھے "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِہٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ" اور جب ناگواری پیش آتی تو فرماتے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ (بہشتی زیور)

2 شیرازی نے القاب میں بسند حسن لغیرہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی سے روایت کی ہے کہ جناب رسول ﷺ جب غمگین ہوتے تو ریش مبارک ہاتھ میں لے لیتے تھے اور اس کو دیکھتے تھے (یہ فعل آپکا طبعی تھا بطریق عادت نہ تھا) (بہشتی زیور)

3۔ ابن السنی اور نعیم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے اور اور ابونعیم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے بسند حسن یہ مضمون نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ جب غمگین ہوتے تھے تو بکثرت ریش مبارک کو مس فرماتے تھے (یعنی ہاتھ میں لیتے تھے) بہشتی زیور)

4۔ ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی ہے کہ جب آپ پر کوئی دشواری پیش آتی تھی تو سر مبارک کو آسمان کی طرف اُٹھاتے تھے اور سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ پڑھتے تھے (بہشتی زیور)

5۔ امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالی سے بسند صحیح روایت کی ہے کہ جناب رسول ﷺ کو جب کوئی دشواری پیش آتی تھی تو نماز نفل پڑھتے تھے اس عمل سے ظاہری و باطنی اور دنیوی واُخری نفع ہوتا ہے اور پریشانی دور ہوتی ہے (بہشتی زیور)

6 نسائی نے بسند حسن شوبان رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی ہے کہ جب آپ ﷺ کو کوئی خوف پیش آتا تھا تو یہ دعا پڑھتے اللہ اللہ ربی لاشریک لہ (بہشتی زیور)

اتباع سنت کی اہمیت

اللہ تعالی کا ارشاد پاک ہے قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (سورہ آل عمران آیت نمبر 31) اے محمد ﷺ اپنی

امت سے کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالی سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو اللہ تعالی تمہیں محبوب بنالے گا۔ حضرت حسن بصری رحمت اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی کی محبت کی علامت اتباع سنت میں ہے حضور اقدس ﷺ کا ارشاد پاک نقل کیا ہے کہ جو کوئی میری سنت پر عمل کرے میری امت میں فساد کے وقت تو اس کو سو شہیدوں کا اجر ملے گا حضور اقدس ﷺ کا ایک اور ارشاد پاک ہے کہ جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے گویا مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

اتباع سنت کے بارے میں بزرگوں کے احوال و اقوال

اصل چیز اتباع سنت ہے جو شخص اتباع سنت کا جتنا زیادہ اہتمام کرے گا اتنا ہی اللہ تعالی کے نزدیک محبوب و مقرب ہوگا اور جو شخص اتباع سنت سے جتنا دور ہے اللہ تعالی سے بھی اتنا ہی دور ہے اس سلسلے میں بزرگوں کے اقوال اور چند واقعات نقل کیے جاتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ اُن حضرات کو اتباع سنت کا کس قدر خیال اور اہتمام تھا۔۔ حضرت امام مالک کا ارشاد ہے کہ سنت رسول مثل کشتی نوح علیہ السلام کے ہے جو اس میں بیٹھ گیا بچ گیا اور جو اس کے پیچھے رہ گیا وہ غرق ہوگیا۔

2۔ شیخ ابوسلیمان دارانی فرماتے ہیں کہ میرے قلب میں بعض صوفیانہ رموز وارد ہوتے ہیں مگر میں انہیں بغیر دو گواہ (کتاب وسنت کے قبول نہیں کرتا

3۔ حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ ہمارا یہ علم (تصوف) قرآن وحدیث کے ساتھ مربوط ہے جس نے قرآن وحدیث نہ پڑھا ہو اس کے لئے جائز نہیں کہ ہمارے علوم میں کلام کرے۔

4۔ حضرت ابوعثمان نیشاپوری فرماتے ہیں کہ جس نے سنت کو قول وفعل میں حاکم بنالیا اس کا کلام حکمت ہوگا اور جس نے خواہشات نفس کو حاکم بنایا وہ بدعت میں مبتلا ہوگا۔

5۔ امام احمد بن حنبلؒ جب تینتیس برس کے ہوئے تو آپ نے بالوں کو رنگدار کیا آپ کے چچا نے فرمایا اے احمد تو نے خضاب لگانے میں جلدی کی ہے انہوں نے جواب دیا کہ یہ رنگ حضور اقدس ﷺ وسلم کی سنت ہے (یعنی انہوں نے صرف سنت کا ثواب حاصل کرنے کے لئے اتنی نو عمری میں رنگ لگایا حالانکہ ضرورت نہ تھی۔

6۔ امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ شیخ محمد بن اسلم نے تمام عمر صرف اس خیال سے تربوز نہ کھایا کہ جناب رسول ﷺ کے تربوز کھانے کا انداز اور طریقہ معلوم نہ تھا۔

7۔ رسول مقبول ﷺ کا فرمان ہے کہ شنبہ یا پنجشنبہ کے دن پچھنے لگوانے سے برص کا اندیشہ ہے ایک محدث نے اس حدیث کو ضعیف کہہ کر شنبہ کے دن پچھنے لگوائے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا وہ برص میں مبتلا ہو گئے چند روز بعد ایک شب کو رسول اللہ ﷺ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے اور مرض کی شکایت کرنے لگے تو آپ نے فرمایا کہ جیسا کیا ویسا بھگتو شنبہ کے دن پچھنے کیوں لگوائے تھے عرض کی یارسول اللہ اس حدیث کا راوی ضعیف تھا آپ نے فرمایا کہ حدیث تو میری نقل کرتا تھا عرض کیا کہ رسول اللہ خطا ہوئی میں توبہ کرتا ہوں یہ سنکر حضور ﷺ نے دعا فرمائی صبح کو آنکھ کھلی تو مرض کا نشان بھی نہ رہا

اس واقعہ کو امام غزالیؒ نے نقل کیا ہے۔

8۔ حیات شیخ الہندؒ میں لکھا ہے کہ کوئی قول و فعل خلاف شریعت ہونا تو در کنار مدتوں کی خدمت میں رہنے والے خادم بھی یہ نہیں بتلا سکتے کہ کوئی ادنیٰ سا فعل بھی آپ سے خلاف سنت سرزد ہوا دن ہو یا رات، صحت ہو یا مرض، سفر یا حضر خلوت ہو یا جلوت ہر حالت میں حضرت کو اتباع سنت کا خیال تھا خود بھی عمل کرتے اور اپنے متبعین متوسلین کو بھی قولاً و عملاً اسی کی ترغیب دیتے، حدیث میں سرکہ کے متعلق آیا ہے کہ یہ بہترین سالن ہے حضرت شیخ الہندؒ کے یہاں جب بھی دسترخوان پر سرکہ ہوتا تو سب چیزوں سے زیادہ اسی کی طرف رغبت فرماتے۔

9۔ مولانا حسین احمد مدنیؒ نے داالعلوم کے صحن میں کیکر کا درخت لگوایا لوگوں کو خیال ہوا کہ اس درخت سے کیا فائدہ؟ نہ اس میں پھول نہ پھل، نہ اس سے خوشنمائی نہ یہ زینت چمن ، پھر کیوں لگوایا ؟ تحقیق سے پتہ چلا کہ آنحضرت ﷺ نے کیکر کے درخت کے نیچے بیٹھ کر صحابہ کرام سے بیعت لی تھی جو بیعت رضوان کے نام سے زبان زد خاص و عام ہے یہ درخت اسی کی یادگار کے طور پر لگوایا تھا۔

10۔ حضرت میرٹھیؒ تذکرہ الرشید میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ کا اتباع سنت بے مثال تھا سنت کے ساتھ محبت رکھنے والے دنیا میں اور بھی ہیں مگر دل میں محبت کا وہ رسوخ بہت ہی کم نظر آئے گا جسکو محویت اور فنائیت کہہ سکیں اور جس کا جسم پر یہ ثمرہ ظاہر ہوا کہ کبھی بھول کر بھی بلا قصد کوئی امر خلاف شرع صادر نہ ہو، حکیم محمد اسماعیل صاحبؒ گنگوہی اجمیری نے ایک قصیدہ آپکی مدح میں لکھا ہر چند حضرت نے سننے سے تنفر فرمایا مگر انہوں نے باصرار سنایا جب ختم کر چکے تو آپ جھکے اور زمین سے خاک اُٹھا کر ان پر ڈال دی انہوں نے عرض کیا کہ حضرت میرے کپڑے خراب ہو گئے آپ نے فرمایا کہ منہ پر مدح کرنے والے کی یہی جزا ہے میں کیا کروں جناب رسول ﷺ کا یہی حکم ہے۔

11۔ مولانا ذکریا صاحب کاندھلویؒ کے والد محترم کا مشہور مقالہ تھا کہ سنت کے موافق پاخانہ میں جانا خلاف سنت نفلیں پڑھنے سے افضل ہے۔

12۔ حضرت سید احمد شہید رحمتہ اللہ علیہ جن سے بیعت لیتے تھے ان کو اتباع سنت کی بہت تاکید کرتے تھے مولانا عبدالحئی صاحبؒ سے ایک دفعہ کہا کہ اگر کوئی امر خلاف سنت مجھ سے ہوتا دیکھو تو مجھے اطلاع کر دینا مولانا عبدالحئی صاحبؒ نے جواب دیا کہ جب عبدالحئی آپ سے کوئی خلاف سنت فعل ہوتا دیکھے گا تو عبدالحی آپ کے ساتھ ہوگا ہی کہاں یعنی آپ سے کنارہ کش ہو جائے گا۔

طریق کار

1۔ سب سے پہلے اتباع سنت کی اہمیت اور ضروریات پوری طرح ذہن نشین ہونا چاہیے دوسری بات یہ کہ تمام حرکات وسکنات میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کیا جائے یعنی عبادت، نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ اور دیگر یعنی کھانا پینا، سونا، اٹھنا، لیٹنا، مسجد میں جانا، رفع حاجت کیلئے جانا، ہر حالت میں حضور نبی کریم ﷺ کا طریقہ مدنظر رہے تیسری بات یہ ہے کہ اس بات کا علم ہونا

چاہیے یا حاصل کرنا چاہیے کہ فلاں کام حضور ﷺ کس طرح کیا کرتے تھے جب تک یہ علم نہ ہوگا تو عمل کیسے ہوسکتا ہے جو چوتھی بات ذہن میں رہنا چاہیے وہ یہ ہے کہ یہ سارے کام خوشبو لگانا کھانا کھانا تیل لگانا، سرمہ لگانا کرتے تو رہنا ہی ہے تو پھر کیوں نہ سنت کے مطابق کیے جائیں خلاف سنت کرنے سے کیا فائدہ؟

2۔تمام افعال میں حضور ﷺ کی پیروی ایک دم یا چند روز میں اختیار نہیں کی جاسکتی ان کو اپنانے کے لئے بتدریج کوشش کرنا پڑتی ہے مثلاً ایک یا دو سنتوں کو لے کر چند دن تک اُن پر عمل کرنا چاہیے جب ان دو امور میں رسوخ اور ملکہ حاصل ہوجائے تو پھر مزید ایک دو سنتوں کو اپنانے کی کوشش کرنا چاہیے اسی طرح یہ سلسلہ مرتے دم تک جاری رہنا چاہیے۔

3۔بعض کام ایسے ہیں جن میں اتباع سنت کے لئے بہت مجاہدے یا قربانی کی ضرورت ہوتی ہے مثلاً سخاوت جو بھی مال آتا حضور شام تک تقسیم فرما دیا کرتے یا کھانا کھانا آپ صرف ایک وقت کھانا کھایا کرتے بعض اوقات کئی کئی دن تک فاقہ رہتا اور یہ فقر اختیاری تھا بعض کام ایسے ہیں جن سے اتباع سنت آسان ہے جیسے سر میں تیل لگانا، کھانا کھانا خوشبو لگانا، کپڑے پہننا وغیرہ ابتداء آسان کاموں سے ہونی چاہیے پھر بتدریج مشکل کاموں کو اختیار کیا جائے اسی طرح رفتہ رفتہ بڑی سہولت کے ساتھ اتباع نبوی میں رسوخ حاصل ہوتا جائے گا۔

4۔چونکہ ہم بہت ہی کمزور طبع لوگ ہیں اسی لئے ہم سے یہ تو نہیں ہوسکتا کہ صرف وہی کھانے، پھل اور سبزیاں کھائیں جو حضور ﷺ کو پسند تھے (امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ شیخ محمد بن اسلم نے ساری زندگی تربوز صرف اس لئے نہ کھایا کہ حضور ﷺ کا تربوز کھانے کا طریقہ معلوم نہ تھا البتہ ضرور ہونا چاہیے کہ جب حضور ﷺ کا پسندیدہ پھل یا سبزی یا گوشت کھانا جائے تو اس وقت نیت یہ کرلی جائے کہ یہ چیز اس لئے کھا رہا ہوں کیونکہ آپ ﷺ کو پسند تھی

5۔ہوسکے تو اس بات کی بھی کوشش کرنی چاہیے کہ ﷺ کی ہر ایک سنت پر زندگی میں کم از کم ایک بار ضرور عمل کرلیا جائے اگر ایسا ہوسکے تو یہ بہت بڑی سعادت ہوگی۔

6۔حضور ﷺ مختلف کام کرتے وقت (مسجد میں جاتے اور آتے اور کپڑا پہننے وقت سواری پر سوار ہوتے وقت) مختلف دعائیں پڑھا کرتے تھے چند ایک تو نقل کردی گئی ہیں باقی مختلف کتب سے دیکھ کر یاد کرلینا چاہیے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو سنت پر زیادہ سے زیادہ عمل کرنے کی توفیق دے۔آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

انسانوں اور جنوں کے باہمی تعلق کا انجام

شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

الحمد لله رب العلمين والصلوٰة والسلام على حبيبه محمد وآله اصحابه اجمعين.

اعوذ بالله من الشيطن الرجيم٥

بسم الله الرحمن الرحيم

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعاً .... كَانُوْ يَكْسِبُوْنَ (۱۲۸_۱۲۹) الانعام

اللهم سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العليم الحکيم مولا ياصلِ وسلم دائماً ابداً علی حبيبک خير الخلق کلهم

پچھلی آیات میں اللہ کے مقرب بندوں اس کے اطاعت گزار بندوں اوران پر اللہ کے انعامات اُخروی درجات اور سلامتی کا ذکر تھا۔ یہاں ارشاد ہوتا ہے جولوگ اللہ کا راستہ چھوڑ دیتے ہیں اور دنیا میں دُنیا کے لالچ میں، دنیاوی فوائد کے لالچ میں اپنی انا میں گرفتار ہو کر اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں تو انسان دو میں سے ایک طرف ضرور ہوتا ہے۔ قرآن حکیم نے دونوں جماعتوں کے دو نام رکھے ہیں۔ حزب اللہ وہ لوگ جو اللہ کی پارٹی ہیں اللہ کی جماعت ہیں اللہ کے بندوں میں شامل ہیں۔ دوسری حزب الشیطن وہ لوگ جو شیطان کی پارٹی میں شامل ہیں۔ درمیان میں کوئی نہیں ہے۔ ہر بندہ یا ادھر ہے یا اُدھر ہے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جن کا تعلق اللہ کی جماعت سے ہے لیکن بتقضائے بشریت کبھی بھولے بھٹکے شیطانی کام بھی ان سے ہو جاتا ہے تو اس طرف بھی کچھ ان کا آنا جانا ہے۔ اس کا معاملہ بھی اللہ نے اپنی ذات پر رکھا ہے۔ اگر وہ توبہ کرتے ہیں تو وہ خطائیں معاف کر دیتا ہے، توبہ کی توفیق نہیں ہوتی تو وہ معاملہ اللہ ان سے کرے گا کتنی خطائیں معاف کرتا ہے یا کس کی سزا دیتا ہے اس کے قبضہ قدرت میں ہے۔ لیکن جو اپنی زندگی اللہ کی فرمانبرداری میں اور اللہ کی جماعت میں شامل ہو کر گزارتے ہیں ان کے انعامات کا تذکرہ فرمایا۔ تو فرمایا ایک دن ہوگا یَحْشُرُهُمْ جَمِیْعًا تمام جنوں تمام انسانوں کو ایک میدان میں جمع کیا جائے گا۔ اگلے پچھلے چھوٹے بڑے سب ایک جگہ جمع ہوں گے اور جنوں سے کہا جائے گا یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِنَ الْاِنْسِ کہ تمہاری تعداد تو دنیا میں انسانوں سے بہت زیادہ تھی۔ حضورؐ کے ارشاد میں ملتا ہے اور ''حیات الحیوان'' میں بھی یہ حدیث نقل فرمائی گئی ہے جن کا مفہوم یوں ہے کہ حضورؐ اپنے زمانے کی بات ارشاد فرما رہے تھے کہ جتنی تعداد روئے زمین پر انسانوں کی ہے اس سے نو گنا تعداد جنات کی ہے کیونکہ جنات بہت پہلے سے ہیں۔ پھر جنوں میں ایک مخصوص طبقہ ہے جو شیطان کی اولاد ہیں یا اس کے پیروکار بن کر شیطنت ان میں بھی آ گئی ہے۔ تو حضورؐ نے فرمایا انسانوں اور جنوں کی تعداد کو جمع کیا جائے تو اس سے نو گنا زیادہ

تعداد شیاطین کی ہے۔ یہی سوال روز حشر ہوگا کہ اے جنوں کے گروہ تم تو تعداد میں انسانوں سے بہت زیادہ تھے۔ تم کیا کرتے رہے؟ تم انسانوں سے پہلے سے موجود تھے۔ پھر تمہاری عمریں بہت طویل تھیں بالخصوص شیطان کی نسل کی عمریں ہزاروں سال 14 سو سال 15 سو سال 16 سو سال بلکہ بعض کی عمریں اس سے بھی طویل ہیں۔ اسی "حیات الحیوان" میں اس حدیث کے ساتھ ایک حدیث بیان کی گئی ہے۔ اس میں فرماتے ہیں کہ ایک ضعیف العمر جن نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس سے نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے موسیٰ علیہ اسلام نے یہ فرمایا تھا کہ اگر تم حضورؐ کا زمانہ پاؤ تو میرا السلام علیکم خدمت عالی میں عرض کرنا یہ میرے پاس امانت تھی تو میں چاہتا ہوں موسیٰ علیہ السلام کا سلام آپ کو پہنچا دوں۔ آپؐ نے قبول فرمایا اور اس سے پوچھا کہ تو کون ہے اور تیری عمر کتنی ہے؟ تو اس نے بتایا کہ میں ابلیس کے پوتے کا بیٹا ہوں تو جب آدم علیہ السلام کے بیٹوں میں جھگڑا ہوا اور قابیل نے ہابیل کو قتل کیا تو میں اس وقت چھوٹا سا تھا کھیلا کودا کرتا تھا۔ مجھے وہ واقعہ یاد ہے اب وہ اس زمانے میں لڑکا تھا پھر اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ بھی پایا۔ گویا سوا لاکھ کم وبیش جو انبیاء ورسل گزرے ہیں ان سب کا زمانہ اس نے پایا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میں تو مسلمان ہو گیا تھا اور میں تب سے اب تک مسلمان چلا آرہا ہوں۔ تو یہ اللہ کی شان ہے ان کی عمریں بھی بڑی طویل ہوتی ہیں تو سوال یہ ہوگا تم تعداد میں بھی کثیر تھے تمہاری عمریں بھی بڑی طویل تھیں تم کیا کرتے رہے؟ وَقَالَ اَوْلِیٰٓئُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ اب ان کے دوست جو انسانوں میں سے تھے وہ بول اٹھیں گے۔ وہ کہیں گے رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ ہم ایک دوسرے سے فائدہ حاصل کرتے رہے شیطان کی ولایت کیا ہے؟ مسلسل گناہ کرنا ہے اور کبھی توبہ نہ کرنا بعض لوگ اس طرح کی عملی گمراہی میں مبتلا ہوتے ہیں یوں مسلسل گناہ کرنے سے دل سیاہ ہو جاتا ہے اور نور ایمان بجھ جاتا ہے لیکن اگر کوئی گناہ کرتا ہے اور اسے توبہ نصیب ہوتی ہے تو اللہ اس گناہ کی ظلمت مٹا دیتے ہیں اور اسے نیکی کی توفیق ارزاں کر دیتے ہیں توبہ کا معنی یہ نہیں ہے کہ زبان پشیمانی ظاہر کرے بلکہ اس کے دل میں بھی اس عمل کی ندامت آئے حضورﷺ نے فرمایا "اَلنَّدَمُ تَوْبَہٌ" او کما قال رسول اللہﷺ نادم ہونا ہے توبہ لیکن اُس توبہ کا اثر یہ ہو کہ وہ گناہ ترک کر دے اور آئندہ نیکی اختیار کرے یہ توبہ نہیں ہے کہ وہ گناہ بھی کرتا رہے اور زبانی توبہ بھی کہتا رہے اس کا کوئی اعتبار نہیں توبہ کی شرط یہ ہے کہ وہ غلطی نہ دھرائے اسے چھوڑ دے آئندہ نیکی اختیار کرے اس پر ندامت کا اظہار کرے جب توبہ نصیب ہوتی ہے تو دل کی سیاہی مٹ جاتی ہے اللہ سے تعلق بحال ہو جاتا ہے اگر کوئی توبہ نہیں کرتا پھر گناہ کرتا ہے پھر یہ ہوتا ہے کہ گناہ پر فخر کرنے لگتا ہے ایسے لوگ معاشرے میں دیکھے جا سکتے ہیں جو اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ انہوں نے اتنا جوا جیتا یا اتنی رقم چوری کی اور پھر پکڑے نہیں گئے اتنے بندے مار دیئے اس پر انہیں پھر کوئی افسوس یا ندامت نہیں ہوتی بلکہ فخر کرتے ہیں یہ تبھی ہوتا ہے جب اللہ سے تعلق ختم ہو جاتا ہے اور دل سیاہ ہو جاتا ہے تو جب اللہ سے تعلق ختم ہو جاتا ہے تو لامحالہ ابلیس سے شیطان سے اسکی اولاد سے قائم ہو جاتا ہے جس طرح ہر چھت پر ایک انٹینا لگا ہوا ہے اس نے وہ اشارات وصول کرنے ہیں اگر وہ ایک فریکوینسی سے ہٹ گیا تو دوسری پر آجائے گا اسی طرح آدمی کے دل میں انٹینا لگا ہوا ہے دل ایک وصول کرنے کا مرکز ہے اب اگر اللہ جل شانہ کے ساتھ

اُس کا رابطہ ہے اسکی فریکوینسی الگ ہے وہ ٹوٹ جائے تو پیچھے ایک فریکوینسی نئی آجائے گی جس سے شیطان کے ساتھ اس کا رابطہ ہوجائے گا اور قرآن کریم میں آتا ہے وان الشیٰطین لیوحون الی اولیٰھم۔ شیطان اپنے دوستوں سے باتیں کرتے ہیں اور اس کو وحی کہا گیا ہے وحی کا لفظ بہت وسیع المعانی ہے انبیاء پر اللہ کی طرف سے جو کلام نازل ہوتا اسے بھی وحی کہتے ہیں لیکن وہ وحی مخصوص ہے انبیاء علیہ صلوہ وسلام کے ساتھ پھر وحی کی اقسام ہیں کشف ہے الہام ہے القا ہے کوئی بات دل میں آجائے' کوئی بات کسی کو زبانی سنادی جائے' کوئی بات کسی کو پردہ ہٹا کر دکھادی جائے یہ سب وحی کی قسمیں ہیں ہم کہتے ہیں جانور جبلی طور پر جانتے ہیں تو جبلت کیا ہے؟ یہ بھی وحی الٰہی ہے جانوروں کو منجانب اللہ وہ چیزیں سمجھائی جاتی ہیں جیسے شہد کی مکھی ایک چھتہ بناتی ہے اس میں ہزاروں گھر ہیں سب خانوں کے تمام ضلع ایک جیسے ہیں کونے ایک جیسے ہیں سائز ایک جیسا ہے یہ وحی الٰہی ہے اللہ نے اُس کے دل میں بھی یہ بات ڈال دی اُسکے دماغ میں بھی یہ بات ڈال دی کہ اس طرح کرو اس میں شہد رکھو اس میں بچے دو اسی طرح دیگر جانور ہیں نباتات پر بھی وحی ہوتی ہے جمادات پر بھی وحی ہوتی ہے پتھر ٹوٹتے لڑھکتے، پہاڑ بنتے گرتے، دریا چلتے، رکتے، پودے اُگتے بڑھتے پھل لاتے یہ سارا نظام اللہ جل شانہ کے دست قدرت میں ہے اور وحی الٰہی کے تابع ہے تو بات دوسرے تک پہنچانے کو بھی وحی کہہ دیا جاتا ہے تو فرمایا شیطان بھی اپنی بات اپنے دوستوں تک پہنچاتا ہے خواہ دل میں ڈال دے یا انہیں کوئی چیز دکھادے انہیں کسی طرح سمجھا دیتا ہے۔ فرمایا انسان بول اٹھیں گے سوال تو جنوں سے ہو رہا ہوگا کہ تم تو تعداد میں بہت کثیر تھے اور بہت پہلے سے تھے پھر تم میں ایسے طویل العمر بھی تھے جنہوں نے متعدد انبیاء کا زمانہ پایا تم نے کیا حاصل کیا اُس سے کیا کرتے رہے؟ تو وہ بھی خاموش ہوں گے کہ ان کے دوست جو انسانوں میں سے تھے وہ بول اٹھیں گے وہ کہیں گے یا اللہ ہم ایک دوسرے سے سودا بازی کرتے رہے یہ ہم سے فائدہ اٹھاتے رہے ہم ان سے فائدہ اٹھاتے رہے مفسرین کرام اس میں لکھتے ہیں کہ انسان جنوں سے کوئی جنس نہیں خریدتا جانور نہیں خریدتا جن کوئی انسان سے کپڑا جوتا نہیں خریدتے یہ ایک دوسرے سے کیا فائدہ اٹھاتے رہے؟ وہاں وہ فرماتے ہیں کہ شیاطین جو ہیں وہ انسانوں کو اپنا تابع بنا لیتے ہیں اور انسان یہ سمجھتا ہے میں نے جنوں کو اپنے قابو کر لیا اب وہ انہیں قابو کرنے کے لیے جو کلمات پڑھتا ہے وہ کفریہ ہوتے ہیں جو عمل کرتا ہے وہ خلاف شریعت ہوتے ہیں غلیظ رہتا ہے ناپاک رہتا ہے حرام کھاتا ہے ناپاک کھاتا ہے جھوٹ بولتا ہے جتنی برائی وہ کرتا ہے اتنا رابطہ اُسکا شیطان سے مضبوط تر ہوجاتا ہے اب چھوٹے چھوٹے شعبدے کسی کو تعویز دیا اسے بیمار کردیا کسی کو چھوٹا مرض نتھی کردیا کسی کا دماغ پریشان کردیا کسی کے دل میں پریشانیاں ڈال دیں جو شیطان کے بس میں ہوتا ہے وہ کرتا ہے اور یاد رکھیں یہ بھی تب ہوتا ہے جب ہم اللہ سے تعلق توڑ کر ایسے بدکار لوگوں سے اپنا تعلق قائم کرلیں یعنی اُس میں بھی جس پر یہ اثر ہوتا ہے اُسکی اپنی غلطی ہوتی ہے کہ وہ دیندار طبقے کو چھوڑ کر اس بے دین سے ناطہ جوڑتا ہے جس کے نتیجے میں اس کے اپنے اندر جو دفاعی نظام قدرت کی طرف سے ہے وہ ختم کردیا جاتا ہے اب شیطان سمجھتا ہے میں نے اس کو قابو کیا وہ سمجھتا ہے میں نے جن کو قابو کیا وہ جنوں سے یہ فائدہ لیتے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے شعبدے حاصل کرلیتے ہیں جتنی شیطان کی قوت

ہوتی ہے اتنی کوئی عجیب حرکت اُس کے کہنے پر ظاہر ہوجاتی ہے جس سے اُسکی پیری چمکتی رہتی ہے اور شیطان کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اس ایک کو گمراہ کر کے جتنے اُس کے ساتھ متعلق ہوتے ہیں اس کے مرید بنتے ہیں ان سب کو گمراہ کرنے کا سبب بن جاتا ہے تو فرمایا دونوں کا ایک دوسرے ساتھ کے فائدہ حاصل کرنے کا لالچ ہوتا ہے قیامت میں تو یہی بات کرنی پڑے گی تو فرمایا وہاں وہ انسان جن کی دوستی شیطان اور جنوں کے ساتھ تھی وہ کہیں گے ربنا استمتع بعضنا ببعض ہم نے ایک دوسرے سے فائدہ اٹھایا انہوں نے ہم سے اٹھایا ہم نے ان سے اٹھایا نتیجہ یہ ہوا کہ جس انجام کو پہنچنا تھا آج ہم وہاں پہنچ گئے اب سامنے جہنم سے پیچھے کوئی راستہ نہیں اور کسی طرف ہم جانہیں سکتے وبلغنا اجلنا الذی اجلت لنا تو نے جو طے کردیا تھا امور کا افعال کا عقائد کا انجام اُس کی دنیا میں تو ہم نے پرواہ نہیں کی لیکن اب وہ ہمارے سامنے ہے اور ہمارے بس میں نہیں ہے کہ ہم اس راستے کو چھوڑ دیں اور دوسری طرف چلے جائیں تو ارشاد باری ہوگا قال النار مثوٰکم خالدین فیھا فرمایا سب کفار کا ٹھکانہ جہنم ہے اور تم سب کے لئے جنوں کے لئے شیاطین کے لئے ان انسانوں کے لئے جو شیاطین سے رابطہ رکھتے تھے تم سب کے لئے جہنم ہے تم سب اُس میں جلو گے اپنے اپنے درجے کے مطابق جہنمی ہونے میں سارے برابر ہو اب اس میں کسی کے کتنے گناہ ہیں کتنی برائیاں ہیں اسی حساب سے جہنم کی گہرائی میں اسے جانا ہے ہاں ایک بات میں تمہیں بتادوں خالد ین فیھا اب تمہیں موت نہیں آئے گی اور تمہیں ہمیشہ ہمیشہ اس جہنم میں رہنا ہوگا الا ماشآ اللہ یہ الگ بات ہے اللہ جو چاہے اُس پر قادر ہے اللہ اگر نکالنا چاہے تو وہ نکال سکتا ہے لیکن اس نے فرمادیا ہے کہ میں کافر کو جہنم سے نہیں نکالوں گا مومن کو جنت کے داخلے کے بعد جنت سے نہیں نکالوں گا یہ اُس نے فیصلہ کردیا جس طرح مشرک کا فیصلہ کردیا کہ مشرک کو بخشا نہیں جائے گا یعنی قیامت میں جو فیصلہ ہوگا وہ مومن کا ہوگا اس کا مقدمہ چلے گا کہ اس کے گناہ اتنے ہیں یہ معاف کردئے جائیں اسے بخش دیا جائے اگر کسی کا خاتمہ ہی کفر پر ہوا تو اُس کے مقدمے کی نوعیت دوسری ہوگی کہ اس نے کتنے گناہ کئے اور اُس کی کتنی سزا دی جائے یہ اللہ کی مرضی چھوٹنے کی بحث اُس کی نہیں ہوگی کہ اسے بری بھی کیا جاسکتا ہے بخشا بھی جاسکتا ہے اللہ نے فرمایا ہے جو شرک پر یا کفر مرے گا اُسے بخشا نہیں جائے گا سو فرمایا ارشاد باری ہوگا آج تم سب کے لئے آگ ہے دوزخی ہونے میں سب برابر ہو اور یہ بھی یاد رکھو اب تمہیں موت نہیں آئے گی اب تمہیں ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہنا ہوگا الا ماشاء اللہ ہاں اللہ چاہے وہ تو قادر ہے وہ جو چاہے کرے اس پر تو کوئی پابندی نہیں ان ربک حکیمٌ علیمٌ لیکن یہ بات یاد رکھو تمہارا پروردگار ہر کام اپنی حکمت اور اپنے علم کے مطابق کرتا ہے وہ حکیم ودانا تر ہے یہ اسکی حکمت کا تقاضا نہیں ہے کہ بدکاروں کو جہنم سے نکال کر کافروں کو جہنم سے نکال کر جنت میں بھیج دے یہ حکمت کے خلاف ہے پھر اس نے کسی کی سُنی سُنائی پر فیصلہ نہیں کیا کہ بعد میں حقیقت کا علم ہو تو فیصلہ بدلنا پڑ جائے اللہ کے ہاں ایسا نہیں ہے کہ کہا یہ جائے کہ جو رپورٹ ہمارے خفیہ محکمے کی آئی فرشتوں نے جو لکھا تھا وہ صحیح نہیں تھا یہ مشرک تو نہیں تھا کافر تو نہیں تھا انہوں نے مشرک کافر اپنے اندازے سے لکھ دیا ایسی بات نہیں ہے وہ فیصلے اپنے علم پر کرے گا وہ ہر شے کو ہر وقت ہر جگہ ہمیشہ جانتا ہے اُس کے لئے کوئی ماضی مستقبل نہیں ہے اُسکا علم حضوری ہے اس کے لئے ہر

چیز ہمہ وقت اُس کی بارگاہ میں حاضر ہے کوئی ساتویں زمین کے نیچے چیونٹی حرکت کرتی ہے وہ اُس کے چلنے کی آواز بھی سنتا ہے صرف چلنے کو دیکھتا نہیں وہ سات زمینوں کے نیچے حرکت کرے وہ اس کی حرکت کی آواز سنتا ہے اسے دیکھتا بھی ہے جانتا بھی ہے سو اُس کا اپنا فیصلہ ہوگا اس لئے کہ تمہارا پروردگار دانا تر بھی ہے اور ہر چیز سے ہمہ وقت واقف بھی ہے اگر وہ واقف نہ ہوتا تو باپ کی پُشت میں تمہیں کون زندہ رکھتا؟ تمہارے نطفے کو کون محفوظ رکھتا شکم مادر میں کون تمہاری شکل وصورت بناتا کون تمہارے لئے وہاں روزی کے اسباب پیدا کرتا؟ کون تمہیں وہاں حیات دیتا اور رزق دیتا؟ وہاں بھی تمہیں رزق دیتا رہا حیات دیتا رہا پیدا ہونے سے مرنے تک لحہ لحہ تم نے آکسیجن اس سے حاصل کی تم نے اس کی دی ہوئی آواز استعمال کی تم نے نگاہ اُس کی دی ہوئی استعمال کی تم نے اجزائے بدن میں اس کی دی ہوئی قوت استعمال کی اور تم نے اُس کا دیا کھایا وہ زندگی کے ہر حال میں تمہاری ہر ضرورت پوری کرتا رہا تو مرنے کے بعد تم سے غافل ہوگا وہ جانتا ہے کس نے کیا کیا؟ کس نیت سے کیا؟ کس ارادے سے کیا؟ لہذا اس نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ دنیا میں تم نے اُس کی عظمت کو بھی بھلایا اسکے راستے کو بھی چھوڑا اُسکے بندوں کی مجلس بھی اختیار نہیں کی تو اب تم سب مل کر جہنم میں جاؤ اور فرمایا وَكَذَٰلِكَ نُوَلِّي بَعْضَ الظَّالِمِينَ بَعْضًا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ (129) اسی طرح ہم ظالموں کو ایک دوسرے کے ساتھ شامل کر دیں گے یعنی ہر شعبے کے لوگوں کو اُس کے شعبے کے لوگوں کے ساتھ اکٹھا کر دیں گے وہ شعبے ہوں گے عقیدے اور عمل کے وہ شعبے یہ نہیں ہوں گے کہ یہ گورا ہے یہ کالا ہے یہ مشرق کا ہے یہ مغرب کا ہے نہیں یہ دنیا کی باتیں ہیں وہاں کون کس کا بیٹا ہے؟ یہ بھی نہیں پوچھا جائے گا وہاں دیکھا یہ جائے گا کہ کون کس کے ساتھ عقیدے میں مشابہت رکھتا ہے اور کون کس کے ساتھ عمل میں مشابہت رکھتا ہے لہذا نافرمانی ظلم ہے شرک ظلم ہے کفر ظلم ہے اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ فرمایا سارے ظالموں کو جمع کر دیں گے مشرک مشرکوں کے ساتھ کافر، کافروں کے ساتھ بدکار، بدکاروں کے ساتھ تمام گروہوں کو الگ الگ اکٹھے کر دیں گے بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ اُن کے کردار کی بنیاد پر اُن کا عقیدہ کیا تھا اور ان کا کردار کیا تھا کردار کن کے ساتھ ملتا ہے ہم ان کے ساتھ ملا دیں گے خواہ وہ دنیا میں نیکی دعوی کرتا ہے لیکن اگر عملاً بدکار رہے تو بدکاروں کے ساتھ حشر کیا جائے گا دنیا میں دعوی کرتا رہے کہ میں فلاں بزرگ کی نسل سے ہوں میں فلاں نبی کی نسل سے ہوں لیکن اگر عقیدہ اور عمل مطابقت نہیں کرتا تو کوئی نسلی امتیاز نہیں ہوگا ملایا اُن کے ساتھ جائے گا جہاں اُس کا عقیدہ اور عمل مطابقت رکھتا ہے اس لئے سب کو الگ الگ کر دیا جائے گا شہید شہیدوں کے ساتھ ہوں گے غازی غازیوں کے ساتھ ہوں گے تہجد گذار تہجد گذاروں کے ساتھ ہوں ذاکرین ذاکرین کے ساتھ ہوں گے

اور روزہ دار روزداروں کے ساتھ ہوں گے علماء علماء کے ساتھ ہوں گے جہلا جہلا میں شامل کردیئے جائیں گے کافر کافروں کے ساتھ مشرک مشرکوں کے ساتھ ظالم ظالموں کے ساتھ فرمایا عقیدے اور عمل کی بنیاد پر گروہ بنا دیئے جائیں گے اور پھر پتہ چلے گا کہ کون کس میں سے تھا اور اسکے مطابق ہر ایک اپنے انجام کو پہنچے گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

من الظلمت الی النور

حکیم نذیر احمد پاک جرمن ہاسپٹل دین پلازا ٹیکسلا

ابتداءِ شوق: میرے والدین ایک سلسلے سے وابستہ تھے جن کے شیخ ہر سال ہمارے گاؤں میں آتے تھے اور نذر نیاز وصول کر کے اور تعویز وغیرہ دے کر چلے جاتے تھے جب میں نے ہوش سنبھالا تو والدہ نے کہا تم بھی کوئی مرشد پکڑلو کیونکہ بے مرشد اچھے نہیں ہوتے لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کرتی تھیں کہ "پانی پیو پن کے اور مرشد پھڑ وچن کے" چنانچہ ان کے کہنے پر میں بھی یہی کہا کرتا تھا کہ میں تو مرشد چن کے ہی پکڑوں گا۔

فقیری کی تلاش: وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ میرے دل میں صحیح پیر کو پانے کی طلب بڑھتی گئی آخر کار وکیشنل انسٹی ٹیوٹ ساہیوال جہاں میں زیر تعلیم تھا میں میری ایک ایسے دوست سے ملاقات ہوگئی جس کے اندر بھی یہ طلب موجود تھی ہم دونوں نے مل کر مختلف بزرگوں کے پاس جانا شروع کیا ایک بزرگ مل گئے جنہوں نے ہمیں ایک وظیفہ چالیس دن پڑھنے کے لیے بتایا ان کی ہدایت کے مطابق میں نے ہاسٹل میں ایک الگ کمرہ لیا اس کو صاف کر کے خوشبو وغیرہ لگا کر رات کو دعا کے بعد وظیفہ شروع کیا ابھی وظیفہ ختم ہونے میں تقریباً ایک ہفتہ باقی تھا کہ میرے دوست نے کالج آنا بند کر دیا جب تین چار دن کے بعد کالج آیا تو اس نے داڑھی رکھنے کے لیے خط کیا ہوا تھا میں نے وجہ پوچھی تو بڑی رد وکد کے بعد اس نے بتایا کہ ہم جو وظیفہ پڑھ رہے تھے اس سے رات کو خواب میں سیدنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ تشریف لائے اور سختی سے ڈانٹ کر فرمایا کہ پڑھتے کیا ہو اور تمہاری شکل کیسی ہے سنت کے مطابق شکل نہیں بنا سکتے تم داڑھی نہیں رکھ سکتے انہوں نے اتنی سختی سے ڈانٹا کہ مجھے بخار ہو گیا صبح بخار میں ہی میں نے داڑھی کا خط بنوایا اب بخار کا اثر کم ہوا تو کالج آیا ہوں آپ کا کیا حال ہے میں نے جواب دیا کہ مجھے تو ابھی تک کچھ نظر نہیں آیا چلو بابا کے پاس چل کر کچھ پوچھتے ہیں بابا بھی یہ بات سن کر گھبرا گیا اس نے کہا کہ جو مجھے آتا تھا وہ میں نے بتا دیا ہے اگلا سبق میرے پیر بھائی ہیں وہ دیں گے اس کے بعد بابا جی نے بغل میں ایک پرانی سی کتاب داب لی اور ہمیں لیکر اپنے پیر بھائی کے پاس چل پڑے پیر بھائی ایک جراح تھا جب وہاں پہنچے تو فارغ ہونے کے بعد بابا نے اسے تمام واقعہ سنایا اس نے کہا کہ یہ سخت مشکل کام ہے اس نے کتاب بابا سے لی یہ ہیر کی پنجابی زبان کی کتاب تھی اور اس میں سے وہ شعر پڑھے جن کا مفہوم تھا کہ مقصد کو حاصل کرنے کے لیے کان پھڑوا کر مندری پہن کر اور کاسہ لے کر در در ٹکڑے مانگ کر کھانے پڑتے ہیں فقیری بھی تب ہی ملتی ہے لڑکے کو کہا یہ کاسہ پکڑو ننگے پاؤں جاؤ اور مانگ کر لاؤ اس نے بلا جھجک جوتے اتارے کاسہ پکڑا اور دکانوں پر مانگنے چلا گیا وہ دو تین دکانیں ہی گیا تھا کہ بابا نے اس کو آواز لگائی اور واپس بلایا اور کہا کہ "تو منگ لیاندا تے اسی

کھالیا ہنڑ تینوں اگلا سبق دسدے آں" یہ حالت دیکھ کر میں پسینے پسینے ہوگیا رنگ زرد ہوگیا میں نے سوچا کہ بابا اب مجھے سے کہے گا کہ اب تم جوتا اتارو اور مانگ کرلاؤ میں یہ کام نہیں کرسکوں گا وہ میری کیفیت کو بھانپ گے میں نے پوچھا کہ میرے لئے کیا حکم ہے انہوں نے کہا کہ آپ نماز کی پابندی کریں آپ کے لیے اتنا چلہ کافی ہے جو آپ نے کاٹ لیا۔ میرے ساتھی لڑکے کو دوسرے دن آنے کے لیے کہا تا کہ اسے اگلا سبق دیں۔

اگر چہ میں پہلے مرحلے میں کامیاب نہیں ہوا لیکن دل میں چنگاری موجود رہی جس نے مجھے چین نہ لینے دیا اور مختلف بزرگوں کے پاس حاضر ہوکر فقیری کے حصول کی کوشش کرتا رہا اسی سلسلے میں پاک پتن عرس پر دو تین دفعہ گیا اور بہشتی دروازہ سے گزرا وہاں ایک پیر صاحب کے بارے میں سنا جو سندھ سے آئے ہوئے تھے میں اسی لگن میں ان کے پاس چلا گیا وہاں جاکر دیکھا کہ دو تین لڑکیاں ان کے بالوں میں کنگھی کررہی تھیں ان کی آنکھوں میں سرمہ لگا رہی تھیں اور خوشبو لگا رہی تھیں میں نے پوچھا کہ کیا یہ ان کی بیویاں ہیں تو انہوں نے بتایا کہ نہیں خادمائیں ہیں جو ان کی خدمت کے لیے ساتھ آئی ہیں اور ان کو تیار کرارہی ہیں تا کہ یہ جاکر گدی نشین کو ڈالی (تحفہ) پیش کرسکیں مجھ سے یہ برداشت نہ ہوا اور واپس آگیا اس کے بعد میں داتا دربار لاہور گیا لیکن وہاں بھی سوائے

نوٹ: (پاک پتن میں ہر سال عرس کے موقع پر مختلف پیر آتے ہیں وہ اپنے مریدین کے جلو میں گدی نشین کے پاس حاضر ہوتے ہیں ان کو ڈالی 'تحفہ' پیش کرتے ہیں جواب میں گدی نشین ان کو مزار کی چادر یا اور کوئی چیز دیتے ہیں جو یہ اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔)

قوالیوں دیگوں اور نذرونیاز کے کچھ نہ ملا اس کے بعد میں ملازمت کے سلسلے میں واہ کینٹ آگیا یہاں بھی شوق مزید تیز ہوگیا گولڑہ شریف حاضری دی اور عرض کیا کہ اللہ اللہ سیکھنی ہے انہوں نے جواب دیا کہ دعا کردی ہے اور تعویز لینا ہے تو باہر سے لے لیں میں نے عرض کیا کہ مجھے تو اللہ اللہ سیکھنی ہے لیکن انہوں نے پھر وہی جواب دیا کہ دعا کردی ہے تعویز لینا ہے تو باہر سے لے لیں وہاں سے بھی مایوس ہوکر واپس آگیا لاہور میں توحیدی سلسلے کے ایک پیر صاحب جو "تعمیر سیرت" نامی کتاب کے مصنف تھے کے متعلق معلوم ہوا میں ان کے ساتھ تقریباً چھ سال منسلک رہا وہ اسم ذات کا ذکر کرتے تھے ان کے ساتھ کچھ کیفیات بھی تھیں لیکن بعض وجود کی بنا پر میں نے ان کے ساتھ بیعت نہیں کی میری روح مسجد نبوی تک تو جاتی تھی لیکن آگے ایک دیوار حائل ہوجاتی تھی جس کی وجہ سے میری بے چینی مزید بڑھ جاتی تھی۔

سلسلہ عالیہ سے تعارف اور حضرت جی سے بیعت: توحیدی سلسلے میں میرے دفتر کا ایک ساتھی بھی میرے ساتھ ذکر کرتا تھا وہ سرگودھا کا رہنے والا تھا ایک دفعہ وہ واہ کینٹ سے اپنے گھر براستہ کلر کہار جارہا تھا کہ دارالعرفان سے کوئی ساتھی بس میں سوار ہوا اور اس کے ساتھ بیٹھ گیا راستہ میں سلسلہ کا تعارف ہوا تو اس نے طریقہ ذکر بتادیا اس نے وہ ذکر شروع کردیا چند دنوں کے بعد اس کو آپ ﷺ کی زیارت ہوئی اس دوران اس نے توحیدی سلسلے کی محفلوں میں آنا چھوڑ دیا تھا میں نے ایک دن وجہ پوچھی تو مجھے دفتر سے باہر لے گیا اور سلسلہ عالیہ اور ذکر کے متعلق بتایا اور شرف زیارت رسول ﷺ کے بارے میں بتایا اور رونے لگا میرے شوق کی شدت میں مزید تیزی آگئی میرے دفتر کے ساتھی کو ذکر بتانے

والے نے میجر احمد خاں صاحب واہ کینٹ کے بارے میں بتایا تھا میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور مدعا عرض کیا انہوں نے فرمایا کہ ہم ہر ماہ اپنے شیخ کی خدمت میں چکڑالہ جاتے ہیں آپ بھی چلیں چنانچہ میں ان کے ساتھ چکڑالہ چلا گیا میں نے وہاں جا کر دیکھا حضرت جیؒ چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے وہ ایک سادہ سے دیہاتی تھے لیکن تمام حاضریں ان کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہمہ تن گوش بیٹھے تھے ان میں سے کچھ تو ایک شہتیر نما لکڑی پر اور کچھ اینٹوں پر بیٹھے ہوئے تھے میں بھی سر جھکا کر بیٹھ گیا رات گزری تو صبح چائے کے بعد حضرت تشریف لائے بیعت کے لیے ہم دو اشخاص پیش ہوئے مجھے فرمایا قمیض کے بٹن کھول دو حضرت نے میرے دل پر ہاتھ رکھا تو میرے دل نے اللہ اللہ شروع کر دی بعد میں میرے دونوں ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر بیعت کی اس کا یہ اثر ہوا کہ جب میں کسی کو ساتھ بٹھا کر اس کے دل پر ہاتھ رکھ کر توجہ کرتا ہوں تو اس کا دل بھی ذاکر ہو جاتا ہے جس سال میں نے بیعت کی وہ 1975 تھا بیعت ہونے کے چند دن بعد میں نے اپنے گھر میں حلقہ ذکر قائم کر دیا ساتھی آتے تھے رات کو قیام بھی کرتے تھے جناب حیدر زمان صاحب 16 کلومیٹر دور سے سائیکل پر ذکر کرانے تشریف لاتے تھے میں اور میری اہلیہ جتنی ساتھیوں کی خدمت کرتے تھے اللہ تعالیٰ ہی دنیوی باطنی نعمتوں سے سرفراز فرماتے تھے۔

بیعت ہوئے تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ اللہ کی رحمت سے احدیت ہو گئی ایسے ہوئی کہ پتہ بھی نہ چلا ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے والے میری باطنی آنکھ بھی کھول دی اب میں احدیت پر خود کو اور دوسروں کو دیکھتا تھا لیکن آگے نہیں جا سکتا تھا مجھے اگلے سبق کی طلب بڑھ گئی اور اس میں دن بدن اضافہ ہوتا گیا اس دوران حضرتؒ اٹک کے دورے پر تشریف لائے میں واہ کینٹ سے ایک ویگن بھر کر لے گیا ذکر شروع ہونے سے پہلے میں حضرت کے پاؤں دباتا رہا جب ذکر شروع ہوا تو میں حضرت کے قریب بیٹھ گیا خوب طاقت سے لطائف کیے مراقبات شروع ہوئے تو حضرت جیؒ نے فرمایا چلو احدیت اب میں پوری طرح متوجہ ہو گیا میں دیکھنا چاہتا تھا کہ معیت کیسے ہوگی پھر حضرتؒ نے فرمایا چلو معیت جونہی میں نے معیت کا خیال کیا حضرتؒ نے مرا بازو تھام اور جس طرح گیند کو اچھالتے ہیں مجھے اچھال کر معیت کی آخری منزل پر پہنچا دیا میں وہاں ایسا گم ہوا کہ پھر مجھے اس وقت ہوش آیا جب حضرت نے دعا شروع کی۔

دل کی آنکھ نے کیا دیکھا:

یہ ان دنوں کی بات ہے جب دارالعرفان کی بنیادیں بھری گئی تھیں لیکن ابھی مسجد کی تعمیر شروع نہیں ہوئی تھیں حضرت جیؒ نے مغرب کا ذکر شروع کرایا مراقبات کے دوران حضرت نے بڑے درد کیساتھ مولانا جامیؒ کے شعر پڑھنے شروع کیے اسوقت میں نے دیکھا حضرت جی نے پوری جماعت کو آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا ہوا ہے اس کے بعد حضرت جی نے اپنا سر آپ کی گود میں رکھ دیا اور آپ رو رہے تھے اور عرض کر رہے تھے کہ میری جماعت قبول فرمایئے بار بار آپ بلک رہے تھے اور رو رہے تھے ساتھ پوری جماعت رو رہی تھی حضرت جی بار بار عرض کر رہے تھے میری جماعت قبول فرمایئے آپ ﷺ حضرت جی کی کمر پر ہاتھ مبارک

پھیر رہے تھے جیسے بچے کو تسلی دی جاتی ہے آہستہ آہستہ حضرت جی بھی اور پوری جماعت بھی پُرسکون ہو گئی پھر حضرت جی نے دعا فرمائی،

چار بیٹیوں کے لیے دعا:

اللہ تعالی نے مجھے دو بیٹوں سے نوازا تھا میں نے حضرت جیؒ کی خواب میں زیارت کی اور عرض کیا کہ مجھے اپنے بیٹوں کی تربیت کے لئے رہنمائی فرمائیں آپ نے فرمایا کہ ان کو جماعت کے ساتھ لگا دو میں نے ان کو صقارہ اکیڈمی دارالعرفان میں داخل کرا دیا نہ صرف انہوں نے دینوی تعلیم حاصل کی بلکہ اب دونوں سپیشل کلاس میں شامل ہیں۔

میں نے ایک حدیث پاک سنی تھی کہ جس مسلمان کی چار بیٹیاں ہوں اور ان کی اچھی تعلیم و تربیت کرے وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا میں نے یہ حدیث سننے کے بعد بیٹیوں کے لیے دعا کرنی شروع کر دی حالانکہ لوگ تو بیٹیوں کی پیدائش سے گھبراتے ہیں لیکن اللہ پاک نے میری دعا سن لی اور مجھے چار بیٹیاں عطا کیں دوسری بیٹی کی پیدائش پر میں نے بیٹوں نے بھی زیادہ خوشی منائی تو خواب میں نبی رحمت ﷺ کی زیارت ہوگئی اور آپ ﷺ نے مجھے فرمایا مبارک ہو تم دو بیٹیوں والے ہو گئے ہو۔

کار کا حادثہ اور حضرت جیؒ کی دعا:

یہ نوے 90 کی دہائی کا واقعہ ہے ایک ساتھی کی بچی کی شادی کے سلسلے میں اور میری اہلیہ تیار ہو کر گھر سے نکلے حضرت مدظلہٗ کی کیسٹ چلا دی ایک چوک پر اشارہ کھلا ہوا ملا اور ہم وہاں سے گزرنے لگے اچانک دوسری سمت سے ایک فوجی گاڑی نے بغیر اشارہ کے چوک کراس کرتے ہوئے میری گاڑی کو ٹکر مار دی میرے منہ سے زور سے بے ساختہ اللہ نکلا گاڑی کی ونڈ سکرین ٹوٹ گئی اور گاڑی پچک گئی لیکن الحمد للہ میرے سر میں معمولی سی خراش آ گئی البتہ اہلیہ کی آنکھ اور چہرے پر ونڈ سکرین کے شیشے چبھ گئے جس سے خون بہنے لگا ایک نوجوان آیا اور اپنی گاڑی میں ڈال کر ہسپتال لے گیا میں نے فون کر کے بچے کو بلوایا اور ادھر گھر میں میری بیٹی نے خواب دیکھنا شروع کیا کہ ابو کی گاڑی کا ایکسڈنٹ ہو گیا ہے ایک بابا جی کھڑے ہوئے رو رہے ہیں اور اللہ سے دعا کر رہے ہیں کہ اللہ ان پر رحم فرما۔ اللہ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔ نہ صرف ابو امی کو کوئی خاص گزند نہیں پہنچا بلکہ اس کے بعد رحمت کی بارش بھی نازل ہوئی یاد رہے کہ اس سال بارش نہیں ہوئی تھی خشک سالی تھی اور سخت گرمی پڑ رہی تھی بیٹی کی آنکھ کھلی تو بیٹا دوڑتا آیا اور گھر میں سے ہو کر موٹر سائیکل نکال کر جانے لگا بیٹی نے کہا ابو امی کا ایکسڈنیٹ ہو گیا اس کے بھائی نے ڈانٹ کر چپ کرا دیا تھوڑی دیر کے بعد ہم ہسپتال سے گھر آ گئے بچی نے خواب سنایا اور بتایا کہ اب بارش بھی ہوگی بظاہر کوئی آثار بارش کے نظر نہیں آ رہے تھے اتنے میں دفتر سے ساتھی پتہ کرنے کے لیے آئے تھوڑی دیر بیٹھے جب واپس جانے لگے تو بارش شروع ہو گئی اور وہ بھیگتے ہوئے بارش میں گئے۔

حضرت شیخ المکرم مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی سے بیعت:

حضرت جی کا وصال 18 فروری 1984ء کو ہوا انہوں نے اپنی قبر کی نشاندہی اپنی زمینوں پر پہلے ہی کر دی تھی وہیں جنازہ ہوا تھا میں نے دیکھا کہ جا بجا فرشتوں کے جھنڈ جمع تھے بڑی کیفیات تھیں میں سمجھتا ہوں کہ اس جنازے میں شرکت میری بخشش

کیلئے کافی ہے پھر حضرت کی بیعت شروع ہوئی ان لوگوں نے بھی بیعت کی جو بعد میں علیحدہ ہو گئے بیعت کے بعد پہلا اجتماع ہوا اس میں میری روحانی بیعت ہوگئی اور ایسی پکی بیعت ہوگئی کہ اب بھی جب آنکھ بند کرتا ہوں تو آپ ﷺ کی زیارت ہوتی ہے اور وہی کیفیت نصیب ہو جاتی ہے

ڈرائیور کے ساتھ ایک دفعہ چکوال سے دارالعرفان آرہا تھا کہ اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا ایک بابا بھی ساتھ بیٹھا ہوا تھا جو اس ویگن کے ڈرائیور کا باپ تھا اس بابا نے پوچھا کیا آپ مولوی صاحب (حضرت مدظلہ العالی کو علاقہ کے لوگ مولوی صاحب کہتے ہیں) کے پاس جا رہے ہیں میں نے کہا ہاں! میں نے پوچھا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں بابا نے بتایا منارہ۔ میں نے کہا کہ پوری دنیا سے لوگ فیض لینے آتے ہیں لیکن آپ لوگ کیوں نہیں لیتے بابا کہنے لگا کہ مولوی صاحب ہمارے ساتھ کھیلتے رہے ہیں ہم نے کیا ماننا ہے، لیکن تین باتیں ہم نے ان کی دیکھی ہیں ایک دفعہ میری بیوی تنور میں روٹیاں لگانے کے لیے لکڑی کو اٹھانے گئی تو سانپ نے ڈس لیا ہم بھاگ کر مولوی کے پاس پہنچے مولوی صاحب نے کہا اللہ خیر کرسی ساتھ ہی نمک دم کر کے دیا اللہ تعالیٰ نے خیر کر دی میری بیوی اب بھی صحیح سلامت ہے دوسری بات یہ کہ سردیوں میں مولوی صاحب گھر سے صبح نکلے تو جیپ سٹارٹ نہیں ہو رہی تھی مولوی صاحب نے آواز لگائی آؤ جیپ کو دھکا لگاؤ میں نے کہا ہماری بھینس دودھ نہیں دے رہی ہے اور آپ کہہ رہے ہیں کہ دھکا لگائیں مولوی صاحب گاڑی سے باہر نکلے اور بھینس کو مکا مار کر فرمایا اب اسے دوہو بھینس نے بڑے آرام سے دودھ دینا شروع کر دیا بعد میں بھی کبھی تنگ نہیں کیا تیسری بات یہ کہ میرے بیٹے کو جن اٹھا کر لے جاتے تھے اور مہینہ مہینہ اپنے پاس رکھتے تھے ایک دفعہ وہ اپنے پاس لے گئے اور اسے جان سے مار دینے کا ارادہ ظاہر کیا ہے پہاڑ سے لٹکاتے تھے اور کہتے تھے کہ اسے نیچے گرا دیں گے لوگوں نے بھی دیکھ لیا گاؤں اکٹھا ہو گیا وہ اسی طرح تماشا کر رہے تھے عصر سے شروع ہوئے اور مغرب کے بعد تک ہی کرتے رہے ہم مولوی صاحب کے پاس بھاگ کر گئے ان کو بخار تھا انہوں نے فرمایا میرا نام جا کر لے دو ہم لوگوں نے ضد کی آپ خود چلیں ورنہ بچے کو مار دیں گے مولوی صاحب بخار کی حالت میں کپڑے سے سر کو لپیٹ کر چل پڑے قریب جا کر کچھ پڑھا انہوں نے تھوڑی ضد کی تو آپ نے فرمایا مجھے کلہاڑی دو کلہاڑی لے کر اسے پتھر پر رگڑا تو جن بچے کو ان کے قدموں میں ڈال کر بھاگ گئے۔

میرا اسلام آباد میں کراچی کمپنی G-9 مرکز میں دواخانہ تھا دکان کے ساتھ ایک قالینوں کی دکان تھی جس کے مالک واہ کینٹ میں میرے پڑوسی تھے ہم دونوں اکٹھے واہ کینٹ سے آیا جایا کرتے تھے ایک دن انہوں نے روک کر مجھے بات بتائی کہ ہمارے ساتھ عجیب واقعہ پیش آیا ہے ہمارے روزانہ ہزار دو ہزار روپے غائب ہو رہے ہیں حتیٰ کہ ہم نے قرآن میں اسے رکھے تو وہاں سے بھی غائب ہو گئے ہیں میں نے کہا کہ میں تمہارے گھر آؤں گا میں ان کے گھر گیا طریقہ ذکر سکھایا ذکر کیا حضرت کی طرف خیال کیا تو محسوس ہوا کہ ان کے سٹور میں چارپائیوں کے پاس جنات کا خاندان آباد ہے میں نے القا کیا تو جنی بچوں کو وہاں سے لیکر نکل گئی لیکن اس کا خاوند وہیں موجود رہا جس سے وہ ٹانگوں سے معذور ہو کر ایک

طرف آ گیا وہاں ذکر کرنے کے بعد سٹور گیا تو اس جن نے جو چھپا ہوا تھا حملہ کر دیا میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے قلب متوجہ ہو گیا اور ذکر شروع کر دیا پھر میں نے اس جن سے کہا کہ میں مولوی اکرم صاحب کا شاگرد ہوں دفع ہو جاؤ ورنہ جلا دوں گا وہ وہاں سے چلا گیا آج تک وہاں سکون ہے بعد میں پتہ چلا کہ اس کے گاؤں کے مولوی صاحب ان کے گھر مہمان بن کر آئے تھے انہوں نے اپنا سارا گھر ان کو دکھایا تھا مولوی صاحب نے ان کی شان و شوکت دیکھ کر اپنے موکلوں کی ڈیوٹی لگائی کہ ان کے گھر سے پیسے چوری کر کے ان کو پہنچاتے رہیں۔

اصل نعمت جو سلسلے عالیہ سے نصیب ہوئی ہے وہ اللہ کی یاد اور اسکی معرفت کی ہے تمام مشاہدات اور کیفیات اس کی بدولت نصیب ہوئی ہیں میری یہ خواہش اور کوشش ہے کہ یہ پوری امت محمدیہ کو نصیب ہو جائیں تمام ساتھیوں سے میری گذارش ہے کہ یہ برکات دوسروں تک پہنچانے میں پوری تن دہی سے کام کریں کہ دنیا میں ظلمت صرف اسی سے دور ہو سکتی ہے۔

خوشخبری

حضرت امیر المکرم کے
نو دریافت طبی نسخوں میں اضافہ

حضرت امیر المکرم مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہٗ صحیح معنوں میں ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں۔ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جو ان کی دسترس سے باہر ہو۔ طب و حکمت سے تو بطور خاص ہر دور میں صوفیا عظام اور علماء کرام کو خاص شغف رہا۔ حضرت امیر المکرم بھی اس شعبہ میں پیچھے نہیں اور مختلف جڑی بوٹیوں اور قدرتی اجزاء سے ایسے نسخہ جات دریافت فرما رہے ہیں جو مختلف بیماریوں سے نجات کے لئے انتہائی موثر ہیں حال ہی میں حضرت امیر المکرم کے نو دریافت نسخہ جات میں انتہائی خوش آئند اضافہ ہوا ہے۔ ضرورت مند استفادہ کر سکتے ہیں۔

کلسٹرو کیئر — Cholestro Care — Rs.200 — کلیسٹرول کو صحیح حالت پر رکھتا ہے — مالش کے لیے

پین گو — Pain Go — Rs.100 — ہر طرح کے درد کے لئے مفید ہے

ہیر گارڈ آئل — Hair guard Oil — Rs.500 — بالوں کی صحت کے لئے مفید ہے۔

Cough E — Rs.30 — کھانسی کیلئے گولیاں

کیوریکس — CUREX — Rs.175 — جوڑوں کے درد اور کمر کے درد سمیت ہر قسم کے دردوں کیلئے — کھانے کے لیے

ملنے کا پتہ:۔ دار العرفان منارہ، ضلع چکوال فون 0543-562200
17-اویسیہ ٹاؤن شپ لاہور فون 042-35182727

ذِکر اللہ کی اہمیت

بیان ماہانہ اجتماع 7 نومبر 2010 حضرت شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہٗ

آعوذ با اللہ من الشیطٰن الرجیم ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔

وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَ تَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا ۔ المزمل 8

و قال فی مقام آخر وَلَا تَنِیَا فِیْ ذِکْرِیْ ۔ طٰہٰ 42

یہ آیت مبارکہ سورۃ مزمل کی ہے اور سورہ مزمل ان پہلی سورتوں میں سے ہے جو ابتداءِ نزول وحی کے وقت نازل ہوئیں۔ اس میں جو حکم دیا گیا ہے وہ بڑی عجیب اور بڑی نازک اور بڑی سمجھنے والی بات ہے کہ انبیاءؑ تخلیقی طور پر نبیؑ ہوتے ہیں۔ حادثاتی طور پر نبیؑ نہیں بنتے۔ نبیوںؑ کو اللہ نے تخلیق ہی بحیثیت نبی کیا ہے۔ اور حضور ﷺ کی عظمت بھی روز اول سے مسلم ہے۔ جب بنی نوع انسان سے اللہ کریم نے اپنی عظمت کا وعدہ لیا تو ساتھ انبیاءؑ سے حضور اکرم ﷺ کے اتباع اطاعت اور تعاون کا عہد بھی یوم الست کو لیا۔ اس کا مطلب ہے نبی الست سے نبی ہیں۔ لیکن قدرت کے جو معاملات ہیں ان کا ایک طریقہ کار ہے۔ نبیؑ جب دنیا میں تشریف لاتا ہے تو کوئی اعلان نہیں کرتا کہ میں نبیؑ ہوں ہاں جب اللہ چاہتا ہے تو اعلان ہوتا ہے اعلان نبوت تک بھی نبیؑ ہوتا تو نبیؑ ہے لیکن نبوت کا اعلان نہیں فرماتا۔ اس دوران بھی نبیؑ کو ایک خاص ولایت ایسی حاصل ہوتی ہے۔ جسے ولایت نبوت کہا جاتا ہے۔ مراقبات کے سلسلے میں بھی ولایت نبوت الگ ہے اور جہاں اولیاء اللہ کی ولایت ختم ہوتی ہے۔ وہاں سے ولایت نبوت شروع ہوتی ہے۔ عالم بالا میں ولایت نبوت کسی ولی کا گھریا حال نہیں بنتی حضرتؒ فرمایا کرتے تھے۔ کہ جن خوش نصیبوں کو وہاں داخلہ نصیب ہوتا ہے ان کی حیثیت ایسی ہوتی ہے جیسے بادشاہ کے ساتھ اس کے خادم بھی وہاں رہتے ہیں۔ محل تو بادشاہ کا ہی ہوتا ہے لیکن اس کے نوکر چاکر اس کے محافظ اس کے خادم سارے محل میں رہتے ہیں۔ ولایت انبیاء میں اگر کسی ولی کو داخلہ ملے تو بحیثیت خادم ملتا ہے وہ اس کا اپنا مقام نہیں ہوتا اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی کا وجود تو تخلیقی طور پر ذاکر ہے غفلت کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

دنیا پر تشریف لانے کے بعد نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ کو آپ دیکھ لیں کہ مہینوں حرا میں تشریف لے جاتے تھے اور اس میں رہتے تھے تو ذکر ہی کرتے تھے اللہ اللہ ہی کرتے تھے پھر جب نبی مبعوث ہو گئے اور نبوت کا تاج پہنا دیا گیا۔ لوگوں کو اعلان نبوت ہو گیا تو بھی حکم ہوا وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ کہ اپنے رب کا نام کا ذکر کیجئے۔ نبی کا وجود تو پورا امت کے وجودوں

کو ذاکر کرنے کی صلاحیت دے کر مبعوث کیا جاتا ہے۔ جو نبی جتنی مخلوق کی طرف اور جتنے زمانے کے لئے مبعوث ہوا اس زمانے کے ہر سوال کا جواب سب اس کو عطا کیا گیا۔ اس زمانے کی ہر نیکی کی خبر دی گئی ہر برائی سے آگاہ کیا گیا اور ہر اس وجود کو اگر وہ سارے وجود ایمان میں ہیں تو سب کو منور کرنے کی توفیق اسے عطا کی گئی۔ آقائے نامدار ﷺ جب مبعوث ہوئے۔ یَاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا۔ (الاعراف) اے اولاد آدم تم جہاں تک ہو اور جب تک ہو میں تم سب کے لئے اللہ کا رسول ﷺ ہوں۔ اس کا مطلب ہے قیامت تک آنے والی ساری انسانیت اسلام قبول کر لے ساری ذکر شروع کر دے تو سب کے دلوں کو سب کے وجودوں کو منور کرنے کی طاقت نبی کریم ﷺ کی ذات عالی میں موجود ہے۔ یعنی جو ذات کائنات کو ذاکر کر سکتی ہے۔ اسے حکم دیا جا رہا ہے وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ اپنے پروردگار کے نام نامی کا اسم ذات کا ذکر کیجئے۔ اللہ اللہ کیجئے اور اس حد تک کیجئے اس قوت سے کیجئے کہ صرف اللہ رہ جائے دل میں بھی دماغ میں بھی کوئی دوسری چیز نہ رہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نبیؑ جو لباس زیب تن فرماتا ہے وہ ذاکر ہو جاتا ہے اس کا تار تار ذاکر ہو جاتا ہے۔ نبیؑ جو نعلین مبارک استعمال کرتا ہے اس کا ذرہ ذرہ ذاکر ہو جاتا ہے۔ نبی جو بستر استعمال کرتا ہے وہ ذاکر ہو جاتا ہے۔ آپ جانتے ہیں۔ حضرت ابوسفیان قبول اسلام سے پہلے جب مدینہ منورہ حاضر ہوئے کہ مشرکین مکہ نے عہد توڑ دیا ہے میں اس کو بحال کرنے آیا ہوں۔ تو ان کی صاحبزادی حضور ﷺ کے نکاح میں تھیں۔ بیٹی کے گھر گئے تو جب بیٹھنے لگے تو ام المومنینؓ نے فرمایا "ٹھہر جائیے" اور بستر لپیٹ کر ایک طرف کر دیا انہوں نے فرمایا میں روساء مکہ میں سے ہوں۔ یہ تو ایک عام سا بستر ہے یہ تو ویسے ہی میرے بیٹھنے کے لائق نہیں ہے۔ کہ میں روساء مکہ میں سے ہوں اور سرداران قریش میں سے ہوں تو تو نے یہ بھی لپیٹ دیا ام المومنین نے فرمایا بابا یہ بستر اللہ کے رسول ﷺ کا ہے اور آپ ابھی ایمان نہیں لائے یعنی وہ بستر بھی ذاکر ہے اور ایمان نہ لانے کی صورت میں آپ کو اس پر بیٹھنے کا حق حاصل نہیں۔

صاحب بصیرت کو تو آج بھی عرب میں جہاں جہاں سے حضور ﷺ تشریف لے گئے ہیں ان راہوں پر حد نظر تک نور ہی نور نظر آتا ہے۔ وہ کیا ہے؟ ذکر الٰہی کا نور ہے۔ جہاں تک حضور ﷺ کی نگاہ عالی پہنچی ہر چیز منور ہو گئی اور سارا نور ذکر الٰہی کا ہے ہر ذرہ ذاکر ہو گیا ہر پتہ ذاکر ہو گیا ہر ڈالی ذاکر ہو گئی ہر پتھر ذاکر ہو گیا تو پھر کیوں حکم دیا جا رہا ہے؟ وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ ایک عجیب صورتحال آپ نے بھی محسوس کی ہو گی ایسے ساتھی بھی ہیں جنہیں ایک عرصہ دراز گذر چکا ہے حضرتؒ کی خدمت میں چالیس چالیس سال پینتالیس پینتالیس سال ہو گئے ہیں۔ ذکر کرتے ہوئے تو انسانی مزاج ہے کہ کام ایک روٹین بن جاتی ہے۔ ہم صبح بھی ذکر کر لیتے ہیں شام بھی کر لیتے ہیں۔ اللہ توفیق دیتا ہے اور اس کے بعد بھول جاتے ہیں اور

سمجھتے ہیں کہ ہم نے حق ادا کر دیا۔ صبح گھنٹہ ذکر کیا تھا شام کو ڈیڑھ گھنٹہ کیا تھا۔ مقصد یہ نہیں ہے مقصد یہ ہے کہ ذکر دوام ہو رات دن ہو صبح شام ہو، ہمہ وقت ہو، اب یہ ہمہ وقت جو ہے ایک یہ کہ وجود کی روٹین بن گئی ذرات ذاکر ہو گئے وہ کرتے رہتے ہیں۔ لیکن فرمایا اس میں تیرے ارادے کو بھی دخل ہو۔ تو اپنی مرضی سے بھی ذکر کرے۔ وجود کا ذاکر ہو جانا وہ ایک اور بات ہے وہ اللہ کی عطا ہے لیکن اے مخاطب تو نے کتنی دیر اپنے ارادے سے ذکر کیا تھا۔ تو اسی روٹین پر بس کر گیا یا ہمہ وقت متوجہ ہو کر ذکر کرتا بھی ہے۔ یہاں آ کر ہم دیکھیں گے کہ ہم سے تو بہت خطا ہوئی۔ ہم تو اپنے معمولات کو ہی صبح شام یہ سمجھتے ہیں چلو صبح رہ گیا شام کو کر لیا۔ شام رہ گیا صبح کر لیا۔ یہ کام اس طرح کرنے کا تو نہیں ہے حکم دیا جا رہا ہے آقائے نامدار ﷺ کو حالانکہ آپ ﷺ عملاً بھی ہر حال میں ہر وقت ذکر فرماتے تھے۔ حضرت عائشہؓ کی روایت میں ہے کہ کسی نے پوچھا حضور ﷺ کس وقت ذکر فرماتے تو آپؐ نے فرمایا عَلٰی کُلِّ اَحْیَانِہٖ' (ابوداود) ہر حال میں حضور ﷺ ذکر فرماتے تھے۔ کھانا کھا رہے ہیں۔ بیٹھے ہیں بات کر رہے ہیں۔ لیٹے ہیں۔ ذکر کرتے رہتے ہیں ہر حال میں عَلٰی کُلِّ اَحْیَانِہٖ' ہر صورت حال میں آپ ﷺ ذکر فرماتے اس کے باوجود حکم ہو رہا ہے اور اس کی پہلی آیات کو پڑھیں کہ اے میرے حبیب ﷺ! راتوں کو اٹھ جاؤ آدھی رات یا اس سے کم یا زیادہ اور یہ بھی پتہ ہے کہ راتوں کو اٹھنا بڑا دشوار ہے درین حالت اِنَّ لَکَ فِی النَّھَارِ سَبْحًا طَوِیْلًا درین حال کہ سارا دن آپ بہت مشقت اٹھاتے ہیں۔ کفار سے مناظرہ اور مجادلہ پھر تکلیفیں اٹھانا ایذائیں برداشت کرنا۔ سارے دن کے تھکے ہارے ہوتے ہیں لیکن رات کو اٹھ جائیں تہجد کے لئے اور ذکر کریں اپنے رب کے نام کا اور اس طرح کریں کہ صرف اللہ یاد رہ جائے کوئی چیز یاد نہ رہے اگر یہ حکم آقائے نامدار ﷺ کو دیا جا رہا ہے تو اس کا مطلب ہے امت میں سے کوئی اس سے مستثنیٰ نہیں پوری امت کے لئے ہے۔ اس معیار پہ ہم دیکھیں کہ ہم ارادی طور پر کتنا ذکر کرتے ہیں۔ ہوتا یہ ہے کہ میں جب آپ سے بات کر رہا ہوں تو شائد میری توجہ قلب کی طرف تو مشکل سے جائے گی۔ مقصود باری یہ ہے کہ دنیا کے سارے کام کرو دوستی کی جگہ دوستی دشمنی کی جگہ دشمنی کاروبار کی جگہ کاروبار لیکن اس سب کے ساتھ ساتھ متوجہ رہو دل کی طرف اور میرا ذکر ہمیشہ ساتھ چلتا رہے اگر تم بہت مغلوب الحال ہو گئے بہت مصروف ہو گئے ہو بھول گئے ہو۔ وَاذْکُرْ رَّبَّکَ اِذَا نَسِیْتَ (الکھف 24) بھول گئے ہو تو جیسے یاد آئے پھر ذکر شروع کر دو کوئی ایسی مصروفیت آ گئی ہے۔ بھول گئے ہو ذکر کی طرف توجہ نہیں رہی یاد نہیں رہا تو جب یاد آئے پھر ذکر شروع کر دو۔ جہاں ہو جس حال میں ہو بلکہ عین حالت جنگ میں جب آتش و آہن کی بارش برس رہی ہو اور سر تن سے جدا ہو رہے ہوں اور خون کے فوارے ابل رہے ہوں تو فرماتا ہے اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَۃً فَاثْبُتُوْا اگر کسی مقابل سے مقابلہ آئے فَاثْبُتُوْا جم کر لڑو وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا (الانفال 25) ذکر کثرت سے کرتے

رہو۔ تلوار چلتی رہے گولی چلاتے رہو بم گرتے رہیں لیکن ذکر کرتے رہو۔ حج میں ذکر کا حکم ہے۔ صلوۃ میں بھی فرمایا۔ فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا۔ (الجمعہ) صلوۃ ختم ہوگئی جاؤ اپنا کروبار کرو لیکن ذکر کثرت سے کرتے رہو حتی کہ دوسری آیت کریمہ جو میں نے تلاوت کرنے کی سعادت حاصل کی ہے موسیٰ علی نبینا اور ہارون علی نبینا دونوں بھائیوں کو نبیؑ بنا کر فرعون کی طرف بھیجا اور فرمایا اس سے بڑے مزے سے بات کرنا فَقُوْلَا لَہٗ قَوْلًا لَیِّنًا (طہٰ 44) متکبر ہے پہلے خدائی دعوی کیے بیٹھا ہے آپ سختی کریں گے وہ بھی بھڑک جائے گا کل میدان حشر میں کہے گا کہ اللہ تیرے نبیؑ نے سلیقے سے بات ہی نہیں کی مجھے چڑا دیا میں کرتا کیا آپؐ پر حرف نہ آئے آپؐ بات نرمی سے کریں۔ انہوں نے فرمایا بار الٰہا ان لوگوں نے مجھ پر قتل کا الزام لگا رکھا ہے۔ بات کرنے سے پہلے قتل کر دیں گے فرمایا نہیں کرسکتے۔ اِنَّنِیْ مَعَکُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰی (طہٰ 46) میں تمھارے ساتھ ہوں سب کچھ دیکھ سن رہا ہوں۔ وہ کچھ نہیں بگاڑ سکتے ہاں ایک بات یاد رہے۔ وَلَا تَنِیَا فِیْ ذِکْرِیْ دونوں نبی ہیں۔ ان کے وجود ذاکر ہیں۔ پوری امت کے بزرگوں کو ذاکر کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ذکر تو نبیؑ سے بند نہیں ہوتا۔ لیکن ایک اتنا جابر اور متکبر شخص دنیا میں خدائی دعوی کر کے بیٹھا ہے۔ اور سجدے کروا رہا ہے۔ اور کسی کو دم مارنے کی جرات نہیں ہے۔ اور اس کا عالی شان دربار اور لاؤ لشکر ہے تو یہ نہ ہو کہ آپ اس سے بات کریں تو آپ کی توجہ ساری اس طرف چلی جائے اور ذکر کی طرف کم ہو جائے۔ یہ نہیں ہوسکتا۔ ولا تنیا فی ذکری (طہٰ 44) یہ نہیں کہا کہ میرا ذکر بھول نہ جائیں۔ فرمایا ذکر کی طرف توجہ کم نہ ہو۔ یعنی اولیت ذکر الٰہی کو ہو اور ثانوی درجے میں بات فرعون سے ہو رہی ہو۔ تو اب یہاں ہم اپنے دنیاوی کاروبار اور مصروفیات کی ترجیحات بنائیں۔ تو ان کی کیا حیثیت ہے۔ ان میں پڑ کر اگر ہم سے ذکر کی طرف توجہ کم ہو جائے تو پھر بات نہیں بنے گی اور ہم اکثر اسی کا شکار رہتے ہیں۔ سارا سارا دن گزر جاتا ہے ہمیں یاد ہی نہیں ہوتا۔ بڑے خوش نصیب ہیں وہ جنہیں پھر شام کا ذکر بھی مل جاتا ہے اکثریت کا وہ بھی رہ جاتا ہے۔ کہتے ہیں آج ذکر رہ گیا کل کر لیں گے آج کھانا تو نہیں رہا آج کی چائے تو نہیں چھوٹتی آج کا کوئی دنیاوی کام تو نہیں چھوٹتا تو ذکر کیوں چھوٹ گیا۔ پھر جو یہ روٹین کے اوقات ہیں شام کا اور سحری کا ذکر الحمد للہ لیکن اس کے علاوہ بھی رات دن میں سارے کام کرو۔ جائز طریقے سے کرو۔ جائز کام کرو۔ شریعت نے منع نہیں فرمایا۔ روزی کماؤ اچھا پہنو بال بچوں کو پڑھاؤ ان کی تربیت کرو۔ ان کی صحت کا خیال رکھو۔ کاروبار کرو ملازمت کرو۔ مزدوری کرو۔ کاشت کاری کرو۔ لیکن ہر کام کرتے ہوئے مقصود کتاب یہ ہے کہ زیادہ توجہ ذکر کی طرف ہو۔

(جاری ہے)

Such a perfect Code of Life, that fourteen centuries have passed, there has been no requirement of even a minor amendment, nor there will ever be. It is practicable and useful for the entire mankind. Muslims are present all over the globe and practicing this Code of Life in every country, and in all environments and there is no deficiency in it. Every problem of everyday life has a solution in it and it is practicable everywhere, in every race or tribe, and for people who are even different biologically, culturally and socially. For example, in Bengal, if someone gets sick then wheat bread is given as light food, while in Punjab and other areas boiled rice is given as light food. What an amazing difference that if someone gets sick in our part of the continent, we give boiled rice for easy digestion, whereas wheat bread is given instead of boiled rice in Bengal. And despite all these differences they have same Faith, same Azan, same Salat, same Concept of Halal and Haram, same rules of Nikah and Talaq and still there is no problem in its practice.

There is a lot of debate upon the causes of the independence of East Pakistan? Some say that it was an Indian conspiracy, others blame the People's Party or Jama'at-e Islami for mistakes but the fact was that the binding force that keeps Muslims together, i.e., Islam, was not implemented for about half a century, as law of the country and the colonial system made by the British remained imposed upon the masses, resulted in a breakup of the country. And the same is the reason for the present civil war like situation and all the terrorism in our country. The British made a colonial system for the Indian Subcontinent, because they conquered it, and they had to keep the people of the Subcontinent as slaves. This colonial system was a system of slavery from Education to Judicial System, and the System of Government was based on a single point, that the slaves have to work and the master has to collect the profit.

Sixty One years have passed and slogans are raised that we are a free and independent nation, and then the Independence Day is celebrated glamorously. Where is the independence? The same old British-made law of slavery is in force, where we all are slaves and only a few from the elite class are the rulers as substitutes for the British. Those elites are privileged to the extent that even their dogs eat a full meal while for the rest of us even a sip of drinking water is not available. During the era of British rule over the Subcontinent, whenever a British citizen was found guilty of a crime, his court proceedings were conducted in Britain. That was because the judicial system in the subcontinent was made for slaves and the British were citizens of an Independent country. The same treatment is extended to us till now.

Some people have, after much oppression, stood against all this system of injustice and have taken arms. No matter how illegal and unjust their way of fighting this system is, but there is nobody who is willing to look for the root cause of all this bloodshed. The basis for all this is this system of slavery. And no ruler among the elite comprehends it nor is anybody willing to understand. This behaviour is a trait of the ignorant. Every ignorant, despite his ignorance, neither knows the truth nor wants to learn it. A cruel and unjust person is the one who does not even try to understand the truth. Is it that the ruling class has no intention to comprehend or is it that whatever they do could be the right action?

Basically, whenever someone gets away from the Divine Knowledge, he becomes ignorant and a wrongdoer. His capacity of doing justice and of being an enlightened scholar is dependent upon the Divine Knowledge which can only be acquired from the office of the Holy Prophet saws.

﴿To be Continue﴾

Therefore, man consented to undertake the task of Divine Cognition, because he had the ability of bearing the weight, but still he was in need of the Divine Knowledge to acquire it. Since this Divine Knowledge was not his personal attribute, nor was it possible that all the mankind be inherently born with this Knowledge, because in that case, everyone would be interpreting their own meaning and everyone would have had a separate religion, or a way of spending life. Another fact is that not everyone had the ability to attain all the knowledge directly from Allah swt. Therefore, for this exact purpose, Prophets as were created such, by birth. The degree of Spiritual Purity, the Subtlety and the Cleanness essential for receiving the Divine Revelations directly from Allah swt, were created within their blessed beings. Therefore, it was a necessity of the human race to seek knowledge from the Prophets as and then live their lives according to that knowledge. This is because even if someone is an expert in many kinds of worldly knowledge, he is still illiterate in the knowledge of Divine Cognition, until he learns that knowledge from Allah swt's Prophet as. However, the worldly knowledge as compared to the Divine Knowledge can be learnt and used to gain worldly benefits even by a non-believer, because all material endeavours are in the approach of human mental capabilities. Seeking and learning the worldly knowledge depends upon the extent of research and utilisation of the mental potential. There are no limitations of faith upon learning worldly knowledge, because Allah swt has placed the potential for its acquisition in human mind, and it can be learned from each other.

In case of acquiring the Knowledge of Divine Cognition, man is illiterate, except those to whom Allah swt has blessed the capabilities to learn it, i.e. the Prophets as. Allah swt gives this Knowledge of Divine Cognition to the Prophets as and then the rest of the mankind has to learn it from their Prophet as. Whoever learns the manner of living this life from the Holy Prophet saws, he is on the straight path and is no longer among the illiterate and foolish; rather he becomes a scholar and a knowledgeable person. Instead, whoever tries to invent the manners of living this life from his own mind, always commits mistakes. Even in our everyday experience, educated people from all over the world sit and make a law but at the time for its implementation, we come to know that there are many errors which have to be corrected. Then amendments are made, and some people make amendments for their own vested interests and this leads to origin of conflicts, fights and wars.

The Code which Allah swt has selected and revealed for the mankind was not for any particular group of people but for entire mankind. And surprisingly, the Arabian society was a very unique kind of civilization. They had their own social environment and their own needs. They would even pass the day by eating only a few dates or drinking camel's milk. They did not possess the capabilities to make such a Universal Code of Life, which is useful and practical for the entire mankind till the Day of Judgment. This was given by only one person, the Holy Prophet saws, and he saws did not relate it to himself, instead he saws said that it is revealed unto him saws by Allah swt, the One swt who has created the heavens and earth and everything in between. He swt has taught the man that this world is a very frail and fragile place, where only a slight mistake can result in injury or damage to him and other fellow beings. He swt therefore, revealed the course of living this life because He swt is the Creator and He swt Knows better about this world

Knowledge of Divine Cognition

Translated Speech of
His Eminence Hazrat Ameer Muhammad Akram Awan

Shaikh Silsilah Naqshbandiah Owaisiah

July 18th, 2009

A simpler translation of this Verse is that "We presented upon the heavens, the earths and the mountains, the responsibility of taking this trust, but they all declined apologetically and said, 'O Allah swt! We cannot bear the weight of this task'. وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا, and they shrank from it, اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا, but man undertook that trust, وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ, man is truly sinful and foolish in nature."

Among all of His swt Creations, Allah swt has given this quality of undertaking the weight of the trust of His swt Cognition to man only. He swt is Autonomous and Independent. He swt says; I presented this weight to all of the creations, that whether anybody has the ability to undertake and bear it, but all declined and apologized. Nobody dared to bear this weight and they shrank from bearing it, وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ only man accepted it, because man has been created for this very task with an inherent potential. He swt is the Master, the Independent and Eternal. Heavens and all the creations of heavens, such as the angels and all the creations of the earths were summoned, and all of them shrank from it.

This was the same question in our yesterday's discourse, that, Who is Allah swt? Where is Allah swt? How is Allah swt? How is His swt's Personage? How are His swt Attributes? So when Allah swt, the Most Merciful, blessed human being with this quality, He swtalso created the ability in him to bear and withhold this trust. Attainment of Allah swt's Cognition was associated with the Prophethood, and for this reason He swt blessed the first Man, Hazrat Adam as with Prophethood. Thereafter Allah-swt sent Messengers as and Prophets as in all times, nations and each and every human population. This was because if there were no Divine Knowledge, no Prophetic teachings, every person would prefer his own way. And because man, in this case, is manifestly foolish, he will not be able to comprehend all the matters of life. Inability to understand would lead him straight into mistakes and wrongdoings. If we see today, whoever gets away from the Book of Allah swt and Sunnah of the Holy Prophet saws, he cannot even take a single step in the direction of Divine Cognition. Rather, he moves away from it, without the Prophetic Teachings.

Basically, by nature and by origin, humans do not have the ability of acquiring the Divine Cognition independently, which is why no religion invented by man has ever been close to the truth.

The meaning of 'Mazhab' (Religion) is 'a course' and 'a method', the course by which people lead their lives. If man tries to invent a course by his personal knowledge, he will commit mistakes, being manifestly foolish and ignorant in regard to the knowledge of life and Divine Cognition. He will act wrongly. 'Zulm' or 'injustice' means to do something in an inappropriate way. In Arabic 'Zulm' means to keep a thing in such a place which is not meant for it. Man commits mistakes because he is ignorant to the secrets of life and death.

'What kind of an objector are you? 'Hazrat Ji-rua retorted. 'You want me to read the objection and also refute it. It is obligatory for an objector to present the objection himself, then I shall give you my answer.' There was a slight altercation but as Hazrat Ji-rua had guessed, it was impossible for Jafar Shah to read the text in Arabic. Hazrat Ji-rua became furious and picking up the same book landed it on Jafar Shah's head. The book was heavy and the blow effective, he took the blow and took to his heels.

In Chakrala's obstinate culture perhaps there was no answer more befitting than this for an objector with no knowledgeable proof, but that did not satisfy Hazrat Ji-rua. He went ahead and held an assembly at the Shia centre and gave a simple but detailed explanation of the issue of Bagh-e Fadak, and also answered Jafar Shah's objection. No one had the courage to entangle with this valiant landlord from the Sarjal Clan whose arguments were weighty and strength of arms tested many times. The news of this incident spread throughout Chakrala and its environs and Hazrat Ji-rua gained a reputation in the entire area not only as a renowned Alim, but also as an able debater.

Before this incident there was a tradition in Chakrala since many years, that in the month of Muharram, Manazaray were held between the Ahl-e Sunnat and Ahl-e Shia with the participation of outside speakers. Mahmood Shah Hazarwi Sahib was often invited to represent the Ahl-e Sunnat, but he stopped coming to Chakrala after he was violently assailed by the opposing faction. However the Shia assemblies continued, with their speakers being brought from as far as Lucknow.

When Hazrat Ji-rua returned to Chakrala, as usual the Ahl-e Shia invited a speaker from outside, who, noting the absence of an opponent, vehemently criticized the Ahl-e Sunnat. It was his misfortune that Hazrat Ji-rua was present that day in Chakrala and the incident with Jafar Shah had recently taken place. Hazrat Ji rua attended the assembly's next session. He came armed with his reference books which he placed on a nearby cot. When the session of objection began, Hazrat Ji-rua stood up and started answering the speaker's criticisms, but when the speaker refused to accept the validity of Hazrat Ji-rua 's reference, he took out the relevant reference and placed the book in front of him. Despite reading the passage, the speaker turned to the crowd and said,

'The reference quoted by Maulvi Sahib is not present anywhere in the book.'

This blatant lie by the speaker in broad daylight astounded Hazrat Ji-rua. He calmly took back his book and suddenly turned and hit it on the speaker's neck. The attack was unexpected and effective, in bewilderment he fell to the ground and then Hazrat Ji-rua gave him a sound beating by kicking and boxing him. When the Shia following started to get up in his defence, Hazrat Ji-rua's followers got up as well. Sultan Surkharu, who has been mentioned earlier, shouted a warning to the assembly, "If anyone raises his head I will blast it with a bullet." Hazrat Ji-rua's Sarjal clan was also with him, who though not his followers in religion, were foremost in tribal pride. They jumped up to rally behind him. Under the circumstances nobody had the courage to oppose them.

Hazrat Ji-rua returned from the meeting leaving a clear message for the residents of Chakrala; that one could engage in intelligent discourse with him but he wouldn't tolerate abuse and ill manners.

Thereafter Hazrat Ji-rua was invited to speak wherever a Manazara was held in the area. His ignorant opponents were terrified at the mention of his name. They knew very well that they stood no chance against him without backing their argument with knowledgeable reference and proof, and if they raised any unnecessary arguments or objections, it would be impossible to withstand the ferocious assault of this young landlord. Therefore debaters of lesser prowess left the arena at the mention of Hazrat Ji-rua's name

(To be Continued)